یا اللہ مدد | عقیدہ حیات النبی زندہ باد | شان رسالت ﷺ زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شان صحابہؓ زندہ باد | مقام امام اعظم ابو حنیفہؒ زندہ باد | حق چار یارؓ

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

بفیضان

مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد

محدثِ عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید: شیخ العرب والعجم حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

خلیفہ: امام الموحدین حضرت حسین علی نور اللہ مرقدہ
مجاز: رئیس المفسرین مولانا

مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخر اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلکِ احناف، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمان مسلکِ دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہؓ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست

پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب مدظلہ

نگران

وکیل احناف مناظرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ

مدیر اعلیٰ	مدیر مسئول	مدیر
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی	مولانا احسن خدامی	حمزہ احسانی
0301-7790908	0320 4902150	0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

ملفوظات حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ

ارشاد فرمایا:

''یاد رکھنا! میں کہتا ہوں (کہ) عقیدے کا درست ہونا آسان ہے، (لیکن) بدعات کو ترک کرنا بہت مشکل ہے۔ بہت مشکل ہے۔ یہ تیجا، ساتواں، دسواں، چالیسواں، عرس، اور جو بدعات ہیں، (ان کو ترک کرنا) بہت مشکل بات ہے۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو دیوبندی کہلانے والے بھی بعض علاقوں میں ان میں منہمک ہیں۔ جانتے ہیں مسئلے کو، (مگر) کہتے ہیں (کہ) کیا کریں! لڑائی ہوگی، جھگڑا ہوگا، یہ ہوگا، وہ ہوگا۔

یاد رکھنا! (بدعات ترک کرنا) بڑا اجہاد ہے، احسن طریقے سے، بہترین طریقے سے، بدعات کے ترک کی کوشش کرنا اور سنت پر پابند رہنے کی کوشش کرنا۔'' [از: دورہ تفسیر، کیسٹ:۸۱]

ارشاد فرمایا:

''بعض نوآموز طلبہ قرآن کریم پڑھتے ہیں اور مجمع کے سامنے یوں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ہم نے اپنے اکابر کو دیکھا، اگر کسی بچے نے ہاتھ باندھا ہوتا تھا (تو) ہاتھ کھول دیتے تھے۔ کہ یہ وضع ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کی صرف رب کے سامنے ہے۔ پبلک کے سامنے یوں ہاتھ باندھ کر مت کھڑے ہونا۔ کھلے چھوڑ دینا۔'' [از: دورۂ تفسیر، کیسٹ:۱]

پیامِ صفدر احسن خدامی

سوشل میڈیا پر توہین رسالت......ایک جرأت مندجج کا مؤقف

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم، امابعد!......جدید جمہوری حکومتوں میں جس طرح پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے بڑے بڑے ادارے موجود ہیں جو بظاہر دنیا کے احوال واخبار قارئین وناظرین تک پہنچاتے اور بباطن چند مخصوص طاقتوں کے آلہ کار بن کر عوام الناس کے اذہان کو ان کی مرضی کے مطابق برین واش اور اغوا کرنے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں، اسی طرح ان حکومتوں کے زیر سرپرستی سوشل میڈیا یعنی عوامی میڈیا کے نام پر بھی بہت سے ادارے بنائے جاتے ہیں جو انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا کو ایک ''آزاد فورم'' اور پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں اور جہاں دنیا کا کوئی بھی شخص اپنی بات کہہ سکتا اور اپنا موقف بیان کرسکتا ہے۔ اس قسم کے اداروں کی مدد سے جہاں لوگ ایک دوسرے سے رابطے میں رہتے اور دیگر بعض فوائد حاصل کرتے ہیں وہیں فحاشی اور بے راہ روی کا بھی ایک بازار گرم ہوجاتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تخریبی اور اسلام دشمن خیالات والے لوگ بھی ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتے اور اپنی سراسر منفی سرگرمیوں کے استعمال کے لیے ان اداروں کا سہارا لیتے ہیں۔ کوئی بھی ملحد و دہریہ کسی بھی فرضی نام وتعارف سے، بلکہ ایک ایک وقت میں بیسیوں فرضی ناموں سے یہاں آن موجود ہوتا ہے، عقائد اسلام کو تختۂ مشق بناتا، اسلاف امت کے خلاف دلِ ماؤف کا غبار نکالتا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سب وشتم کرتا، انبیائے کرام علیہم السلام کا تمسخر اڑاتا، اللہ جل شانہ کی ذات تک سے استہزاء کرتا اور اہل اسلام کے قلوب کو چھیدتا اور زخمی کرتا ہے......وقت گذاری یا خاندانی روابط کے لیے یہاں آیا ہوا کوئی مسلمان نوجوان جب اس قسم کی ناقابل برداشت خرافات کو دیکھتا ہے تو بے تاب ہوکر چیخ اٹھتا ہے مگر اس کا چیخنا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنا ان شیاطین کے لیے مزید تسکین قلب کا سامان بنتا ہے، وہ چلاّتا ہے تو جواب میں اس پر قہقہے لگائے جاتے ہیں، وہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی دہائی دیتا ہے تو اس کی بے بسی کا لطف لیتے ہوئے اس پر سیٹیاں بجائی جاتی ہیں، وہ دوسری طرف منہ پھیرتا ہے تو ہر طرف کوئی نہ کوئی ابلیس بیٹھا اس کا منہ چڑا رہا ہوتا ہے، وہ گھبرا کر آنکھیں بند کرتا ہے تو ان کے زہرناک کفریہ جملے اس کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی مانند اترتے چلے جاتے ہیں......اگر وہ بدنصیبی سے اس ایمان کش ماحول سے سمجھوتہ کرلے تو رفتہ رفتہ اس کے دل سے ایمان کی حساسیت اور غیرت کی حرارت ختم ہوتی چلی جاتی ہے، اس قسم کی خرافات وبکواسات اسے معمول کا حصہ لگنے لگتی ہیں، ان خرافات پر غصے سے بپھر جانے والے لوگ اسے بے وقوف، نادان، حکمت ومصلحت سے عاری

اور اسلام کی بدنامی کا باعث بننے والے نظر آتے ہیں ...... پھر ایک دن ایسا بھی آتا ہے جب ایسے ہی کسی ایمان سوز لطیفے، کسی کفریہ کارٹون، کسی زندیقانہ استہزائیہ جملے سے اس کے دل میں بغض، نفرت یا کدورت کے بجائے تلذذ کا احساس پیدا ہونے لگتا ہے، یہی وہ دن ہوتا ہے جب اس کے دل سے ایمان کا جنازہ دھیرے سے نکل جاتا اور کفر وزندقہ اس میں داخل ہو جاتا ہے جبکہ اس نادان کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **اللھم انا نعوذ بک من الفتن ما ظھر منھا و ما بطن...... وقد قال و صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ''من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ و ان لم یستطع فبلسانہ و ان لم یستطع فبقلبہ و ذالک اضعف الایمان.''**

اس قسم کی شیطانی حرکات کا تدارک نہ تو کوئی تنہا فرد کر سکتا ہے اور نہ کوئی جماعت، اس کی مکمل روک تھام کا انتظام صرف حکومتی سطح پر کیا جا سکتا ہے اور ایک اسلامی ہونے کا دعوی کرنے والی حکومت کا اولین فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی مجبوریوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنی پوری صلاحیت اور طاقت خرچ کر کے ہر قیمت پر اس سلسلے کی مستقل بنیادوں پر روک تھام کا بندوبست کرے۔ لیکن افسوس کہ ہماری گورنمنٹ جو بجلی گیس کے بل وصول کرنے میں بہت چست، دینی کتابیں ضبط کرنے میں بہت مستعد، علماء واہل دین کی غلطیاں تلاش کرنے میں بہت پھرتیلی، مساجد کے سپیکر اتارنے میں بہت جلد باز اور داڑھی والوں، ممتاز قادری جیسے ناموس رسالت کے متوالوں اور دین داروں کو پکڑنے، پھانسیاں دینے اور جعلی مقابلوں میں قتل کرنے کی بہت شوقین ہے، یہی حکومت توہین رسالت اور توہین صحابہ جیسے حساس معاملات پر اندھی، بہری، گونگی، نااہل، سست اور اپاہج بن جاتی ہے، تب پوری قوم کی بیک آواز فریادیں بھی اس کو خواب خرگوش سے بیدار کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہوتی ہیں۔ آسیہ مسیح، سلمان تاثیر، سلمان حیدر اور وقاص گورایہ جیسے سرکش باغیان بارگاہِ رسالت کھلے عام پھرتے ہیں اور حکومت کے باغی ہونے کا ادنیٰ سا شبہ بھی کسی کو تختہ دار پر لٹکانے یا کسی ویران سڑک پر خاک وخون میں تڑپا دینے کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے۔ سرکار کے دشمن تو زمین کی تہہ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے جاتے ہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی اور شاتم یورپی ملکوں کے ویزے لے کر سرکار کی ناک کے نیچے سے پورے کروفر اور شان وشوکت کے ساتھ بیرون ملک سدھارتے ہیں۔

اس تکلیف دہ صورت حال میں اس خبر سے یقیناً ہماری طرح ہر صاحب دل مسلمان کو خوشی ہوئی ہے کہ ہائی کورٹ کے ایک جج جناب شوکت عزیز صدیقی نے اس مسئلہ پر ایکشن لیتے ہوئے سرکاری اداروں کو فوری طور پر عوامی روابط کی ان ویب سائٹس سے ایسا گستاخانہ مواد ہٹانے اور اس مواد کی اشاعت کا حصہ بننے والے شر پسند افراد کو پکڑ کر کیفر کردار تک پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ محترم جج صاحب کے اس کیس کی سماعت پر دیئے گئے ریمارکس ایمان افروز ہیں، ہم ان کی بھرپور تائید کرتے ہوئے ان کی استقامت اور قبولیت کے

لیے اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں اور حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا تینوں کو سخت اخلاقی قوانین اور دینی حدود و قیود کا پابند بنایا جائے، ان پر فحاشی وعریانی کی سختی سے روک تھام کی جائے اور کسی شخص، ادارے یا ملک کو ہرگز اس بات کی اجازت نہ دی جائے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا شعائر اسلام کو طنز یا استہزاء کا نشانہ بنا کر یا اس کی سرپرستی کر کے ملک میں فساد، بدامنی اور انارکی پھیلائے۔ وماعلینا الا البلاغ ☆☆☆☆

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت

حضور نبی کریم ﷺ بچوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ان سے محبت کرتے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، ان کو پیار کرتے اور ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔ بچے قریب آتے تو ان کو گود میں لے لیتے، ان کو بڑی محبت سے کھلاتے۔ کبھی بچے کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے، بچہ خوش ہوتا اور بہلتا۔ کبھی لیٹے ہوئے ہوتے تو اپنے قدموں کے تلووں پر بچے کو بٹھا لیتے اور کبھی سینۂ اطہر پر بچے کو بٹھا لیتے۔

اگر کئی بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتے اپنے دونوں بازوؤں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے، بھئی تم سب دوڑ کر ہمارے پاس آؤ! جو بچہ سب سے پہلے ہم کو چھولے گا اس کو ہم یہ اور یہ دیں گے۔ بچے بھاگ کر آپ کے پاس آتے، کوئی آپ کے پیٹ پر گرتا، کوئی سینۂ اطہر پر، آپ ان کو سینہ مبارک پر لگاتے اور پیار کرتے۔ (خصائل نبوی)

حضور اکرم ﷺ جب بچوں کے قریب سے ہو کر گذرتے تو ان کو خود السلام علیکم فرماتے اور ان کے سر پر ہاتھ رکھتے اور چھوٹے بچوں کو گود میں اٹھا لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی ماں کو دیکھتے کہ اپنے بچے سے پیار کر رہی ہے تو بہت متاثر ہوتے۔ کبھی ماؤں کی بچوں سے محبت کا ذکر آتا تو فرماتے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو اولاد دے اور وہ اس سے محبت کرے اور اس کا حق بجا لائے تو وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے تو راستے میں جو بچے ملتے انہیں نہایت شفقت سے اپنے آگے یا پیچھے سواری پر بٹھا لیتے تھے، بچے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت کرتے تھے، جہاں آپ کو دیکھا، لپک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ آپ ایک ایک کو گود میں اٹھاتے، پیار کرتے اور کوئی کھانے کی چیز عنایت فرماتے، کبھی کھجوریں، کبھی تازہ پھل اور کبھی کوئی اور چیز۔

نماز کے وقت مقتدی عورتوں میں سے کسی کا بچہ روتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مختصر کر دیتے تاکہ بچے کی ماں بے چین نہ ہو۔ (خصائل نبوی......بحوالہ: اسوۂ رسول اکرم)

مولانا محمد عبدالحمید تونسوی مدظلہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے متعلق اہم توضیح

اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور انہیں سولی پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ زندہ ہی آسمانوں پر اٹھا لیا گیا، قیامت کے قریب وہ آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے، چالیس یا پینتالیس برس زمین پر رہیں گے پھر ان کا انتقال ہوگا، حضور اکرم ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن ہوں گے۔

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہے کہ اسی حجرہ مبارک میں آنحضرت ﷺ اور حضرات شیخینؓ کی تین قبور مبارکہ کے ساتھ چوتھی قبر حضرت عیسیٰؑ کی بھی ہوگی اور وہ روز حشر انہی کے ساتھ محشور ہوں گے۔

(۱)......حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ینزل عیسی بن مریم إلی الأرض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا وأربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فأقوم أنا وعیسی بن مریم فی قبر واحد بین أبی بکر وعمر'' (مشکوۃ: رقم الحدیث؛۵۵۰۸، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ لابن جوزی: باب لا ینبغی رفع الصوت فی المسجد ،۳۲۵/۲ بحوالہ کنز العمال للهندی ،شرح مشکاۃ للطیبی الکاشف عن الحقائق للسنن : کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ؛۳۴۸۰/۱۱،مرقاۃ شرح مشکوۃ:۳۴۹۶/۸،تحفۃ الاحوذی: کتاب المناقب؛باب ماجاء فی فضل النبی؛۶۲/۱۰،مواهب اللدنیه :۳۸۲/۲،زرقانی علی المواہب:۲۹۶/۸............ **ویدفن عیسی ابن مریم ؑ مع البنی ﷺ فی روضته**..الخ (علامہ عبدالوہاب شعرانی) مختصر تذکرۃ القرطبی ۱۷۵، طبع مصر)

حضرت عیسیٰؑ (قرب قیامت میں، آسمان سے) زمین پر اتریں گے تو وہ نکاح کریں گے اور انکی اولاد ہوگی، دنیا میں ان کی مدت قیام (تقریباً) پینتالیس (۴۵) برس ہوگی، پھر انکی وفات ہو جائے گی اور وہ میری قبر یعنی میرے مقبرہ میں میرے پاس دفن کئے جائیں گے (چنانچہ قیامت کے دن) میں اور عیسیٰؑ ابن مریم دونوں ایک ہی مقبرہ سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان اٹھیں گے۔

(۲)......حضرت عبداللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ قَالَ فَقَالَ أَبُو مَوْدُودٍ وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ، هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ'' (ترمذی: ابواب المناقب: رقم الحدیث، ۳۶۱۷ قصص القرآن للسیوهاروی :۳۹۶/۴،طبع دارالاشاعت کراچی)......تورات میں حضرت محمد ﷺ کے

اوصاف مذکور ہیں (ان میں یہ بھی ہے) اور حضرت عیسیٰؑ آپ کے ساتھ دفن کیے جائیں گے۔

(۳)......حضرت عبداللہ بن سلامؓ اپنے آباؤ اجداد سے روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

" يُدْفَنُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَاحِبَيْهِ فَيَكُونُ قَبْرُهُ الرَّابِعُ."[معجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث ۳۸۴]

(۴)......ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے اسی مقام پر اپنے لیے تدفین کی خواہش ظاہر کی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ:

''قَالَ: وأنى لک، ذٰلِک الْموضع مَا فِيهِ إلاَّ قَبْرِی وقبر أبی بکر وَعمر، وَفِيه عِيسَى بن مَرْيَم عَلَيْهِمَا الصَّلَاة وَالسَّلَام ''(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: کتاب الجنائز؛ باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ: ۲۲۸/۸)......تیرے لئے یہ کہاں ممکن ہے؟ اس مقام پر تو صرف میری اور ابوبکر اور عمرؓ کی قبریں ہونگی اور عیسیٰؑ ابن مریم بھی اسی جگہ مدفون ہونگے۔

(۵)......حضرت سعید ابن مسیّبؒ فرماتے ہیں کہ روضہ اقدس میں ایک قبر کی جگہ موجود ہے اس میں عیسیٰ ابن مریمؑ دفن ہوں گے۔[اخبار مدینہ: ۱۳۵]

(۶)......مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عیسیٰؑ [دوبارہ آسمان سے زمین پر نازل ہونگے] اس کے بعد آپ کی وفات ہوجائے گی۔ نبی کریم ﷺ کے روضہ اطہر میں چوتھی قبر آپ کی ہوگی'' [ختم نبوت: ۶۷۶ بحوالہ الاشاعۃ للبرزنجی: رقم الحدیث؛ ۵۵]

☆......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ [اہل اسلام کے اجماعی عقیدہ کی وضاحت میں] لکھتے ہیں کہ:

''یہودیوں کا یہ کہنا ہے کہ عیسیٰؑ مقتول ومصلوب ہوکر دفن ہوگئے اور پھر زندہ نہیں ہوئے۔ اوران کے اس خیال کی حقیقت قرآن کریم نے سورۃ نساء کی آیت ''وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ '' میں واضح کردی ہے اور اس آیت میں بھی ''وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ اللّهُ''............

نصاریٰ کا کہنا یہ تھا کہ عیسیٰؑ مقتول ومصلوب تو ہوگئے مگر پھر دوبارہ زندہ کرکے آسمان پر اٹھالیے گئے۔ مذکورہ آیت میں ان کے اس غلط خیال کی بھی تردید کردی اور بتلادیا کہ جیسے یہودی اپنے ہی آدمی کو قتل کرکے خوشیاں منارہے تھے اس سے یہ دھوکہ عیسائیوں کو بھی لگ گیا کہ قتل ہونے والے عیسیٰؑ ہیں اس لیے [شُبِّهَ لَهُمْ] کے مصداق یہود کی طرح نصاریٰ بھی ہوگئے۔

ان دونوں گروہوں کے بالمقابل اسلام کا وہ عقیدہ ہے جو اس آیت اور دوسری کئی آیتوں میں وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لیے آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ نہ ان کو قتل کیا جاسکا نہ سولی پر چڑھایا جاسکا، وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت میں آسمان

سے نازل ہوکر یہودیوں پر فتح پائیں گے اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے۔[معارف:۷۸/۲]

حافظ ابن حجرؒ نے اسی عقیدہ پر تمام امت مسلمہ کا اجماع نقل کیا ہے۔[تلخیص الحبیر:۳۱۹]

امام نوویؒ اور علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث اس معاملہ میں متواتر ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ کے قبل قیامت نازل ہونے کی خبر دی ہے۔(نووی شرح مسلم:۲/۴۰۳۔تفسیر ابن کثیر: تحت آیت "وانه لعلم للساعة"۴۳:۶۱)

نیز عصر حاضر کے علمائے عرب کا فیصلہ بھی اسی کے موافق ہے۔

''ذهب أهل السنة والجماعة إلى أن المسيح عيسىٰ عليه الصلوة والسلام لم يزل حياً،وأن الله رفعه إلى السماء وأنه سينزل آخر الزمان عدلاً يحكم بشريعة نبينا محمد ﷺ ويدعو إلى ما جاء به من الحق، وعلى ذلك دلت نصوص القرآن والأحاديث الصحيحة.''[فتاویٰ علماء البلدالحرام:۴۶۰ طبع ریاض سعودی عرب]

مگر دور حاضر کے متجدد جاوید احمد غامدی صاحب کا بیان یہ ہے کہ:

''سیدنا مسیح کے بارے میں جو کچھ قرآن سے میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کی روح قبض کی گئی اور اس کے فوراً بعد ان کا جسد مبارک اٹھالیا گیا تھا کہ یہود اس کی بے حرمتی نہ کریں۔ یہ میرے نزدیک ان کے منصب رسالت کا ناگریز تقاضا تھا۔'' [ماہنامہ اشراق:۴۵،اپریل ۱۹۹۵ء]

قارئین کرام! غامدی صاحب کا مذکورہ خودساختہ نظریہ کتاب وسنت کے سراسر خلاف اور امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ سے متصادم ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کے نزول کا عقیدہ کتاب اللہ کے واضح حکم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے، جس کا انکار کفر ہے۔

(دیکھئے ہمارا رسالہ ''غامدی صاحب کا منہج فکر'': ۵۵۔۵۶)

فائدہ: امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہؓ کے کمرے میں جو آنحضور ﷺ کو دفن کیا گیا وہاں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔اس میں حضرت حسن بن علیؓ کو دفن کرنے پر حضرت عائشہؓ بھی راضی تھیں، لیکن بنوامیہ مانع ہوئے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو دفن کرنے پر بھی آپ راضی تھیں، لیکن انہیں وہ جگہ نہ ملی، پھر حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ آپ کو یہاں دفن کریں گے، مگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے، بلکہ دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں سیدہ عائشہؓ کو دفن کیا گیا۔شاید ان سب کاموں میں یہ حکمت تھی کہ یہ جگہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر کیلئے ہوگی۔[اشعة اللمعات:۳۷۶/۴۔مرقاۃ شرح مشکوۃ:۳۴۹۶/۸،تحت رقم الحدیث:۵۵۰۸]

''وقد بقي في البيت) أى في حجرة عائشة (موضع قبر) فقيل بينه صلى الله عليه

وسلم وبين الصديقين وهو الأقرب إلى الأدب،وقيل بعد عمر وهو الأظهر، فقد قال الشيخ الجزرى:وكذا أخبرنا غير واحد ممن دخل الحجرة، ورأى القبور الثلاثة على هذه الصفة النبى صلى الله عليه وسلم مقدم،وأبوبكرمتأخرمنه رأسه تجاه ظهر النبى صلى الله عليه وسلم ورأس عمر كذلك من أبى بكر تجاه رجلى النبى صلى الله عليه وسلم وبقى موضع قبر واحد إلى جنب عمر وقد جاء أن عيسى عليه السلام بعد لبثه فى الأرض يحج ويعود،فيموت بين مكة والمدينة، فيحمل إلى المدينة فيدفن فى الحجرة الشريفة إلى جنب عمرفيبقى هذان الصحابيان الكريمان مصحوبين بين هذين النبيين العظيمين عليهما الصلاة والسلام، ورضى الله عنهما إلى يوم القيامة (رواه الترمذى) ''(مرقاۃ شرح مشکوۃ: كتاب الفضائل :باب فضائل سید المرسلین صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ؛۹/۳۶۹۳)

''وأخرج الترمذى من حديث عبد الله بن سلام قال مكتوب فى التوراة صفة محمد وعيسى بن مريم عليهما السلام يدفن معه قال أبو داود أحد رواته وقد بقى فى البيت موضع قبر وفى رواية الطبرانى يدفن عيسى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبى بكر وعمر فيكون قبرا رابعا ''(فتح الباری لابن حجر عسقلانی: كتاب الفتن ،باب ماذکر النبی ﷺ؛۱۳/۳۰۸،تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی: کتاب المناقب،باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ،۱۰/۶۲)

مذکورہ دلائل وبینات سے جہاں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پرزندہ ہیں اورقرب قیامت میں وہ آسمان سے زمین پرنازل ہونگے اورتقریباً پینتالیس سال زمین پر رہنے کے بعدان کاانتقال ہوگااورآنحضور ﷺ کے روضہ انور میں حضرات شیخینؓ کے ساتھ مدفون ہوں گےاورحجرہ عائشہؓ میں چوتھی قبرآپؑ کی ہوگی۔وہاں اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ منکرین ختم نبوت کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہوچکی[نعوذ باللہ]اوران کی قبرسرینگر[کشمیر] میں ہے،سراسرجھوٹ اورغلط ہے۔ ☆☆

بندہ کے دادا استاد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اپنے معتمد خاص مولانا نجم الدین اصلاحیؒ(مرتب مکتوبات شیخ الاسلام)کے نام مکتوب میں تحریرفرماتے ہیں:

''آپ مخالفوں پررد کرنے میں نہایت نرم الفاظ استعمال کرتے ہیں،میرے خیال میں یہ نہ ہونا چاہیے،سبّ وشتم سے تو بچنا ضروری ہے،لیکن رد کرنے میں الفاظ سخت اور زوردار ہونے چاہییں۔'' [مکتوبات شیخ الاسلام،مکتوب نمبر۱۰۶،ص:۲۵۶،ج:۳،ناشر:مجلس یادگارِاسلام]

[بحوالہ حسین یادیں:۲۷] حمزہ احسانی

تحقیق وترتیب: مولانا مفتی محمد اعظم ہاشمی، فیصل آباد

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ......کی ایک مجلس

منکرین حیات انبیاء کے بارے میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا ارشادِ گرامی:

''مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک بغیر روح کے قبر مبارک میں ہے۔ میرا عقیدہ وہی ہے جو ہمارے حضرات دیوبند کا ہے۔ اور یہی صحیح مسلک ہے۔[۱]

حضرت رائے پوریؒ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۸ء کی شام کوٹھی نمبر ۴۱، ایمپرس روڈ لاہور میں مقیم تھے کہ حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری مع اپنے چند ساتھیوں کے آئے اور آتے ہی انکار حیاتِ انبیاء کا مسئلہ چھیڑ دیا اور اکابر دیوبند کے مسلک کی تردید شروع کر دی، کچھ حوالہ جات پیش کرتے رہے۔ حاضرین میں سے بعض علماء نے ان کی تردید کی، مولانا عنایت اللہ صاحب نے ''فیض الباری'' کی عبارت پیش کی، حضرت مولانا محمد انوریؒ لائل پوری (فیصل آبادی) اور دیگر علماء نے ٹوکا کہ آپ خلطِ مبحث کرتے ہیں، فیض الباری کی عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں ارواح انبیاء کرام علیہم السلام اعمالِ طیبات میں مشغول رہتی ہیں بعینہ اسی شان سے قبر میں بھی اعمالِ طیبات میں مشغول رہتی ہیں، نہ دنیا میں تعطّل ہوا نہ قبور میں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں روح مع الجسد کام کرتی رہی، قبور میں بھی روح مع الجسد کام کرتی ہے، نیز حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب فرماتے ہیں: یہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو روح مبارک لوٹا دی جاتی ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روح کا جو استغراق اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف تھا، سلام کے وقت اس کو ہٹا کر سلام کا جواب دینے کی طرف روح کو متوجہ فرما دیا جاتا ہے۔ روح دونوں حالتوں میں بدن میں موجود رہتی ہے۔ [۲] (مولانا عنایت اللہ صاحب اس کا جواب نہ دے سکے۔)

پھر مولانا محمد انوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرتِ گنگوہیؒ، فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل ص ۹۲ ر میں فرماتے ہیں کہ: انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں، اسی لئے فقہائے کرام نے قبر شریف پر سلام عرض کرتے وقت شفاعت کا سوال کرنے کو لکھا ہے۔ [۳] اگر مولانا عنایت اللہ صاحب کی طرح یہ مان لیا جائے کہ بدن کا روح سے کوئی تعلق نہیں، روح آسمان پر ہے اور بدن قبر میں بغیر روح کے رکھا ہے تو

سلام اور سوالِ شفاعت بے معنی ہے۔) نیز یہ کہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حیاتِ انبیاء جسمانی ہے۔اس کا جواب بھی مولانا عنایت اللہ صاحب نہ دے سکے۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ وہ شور مچاتے تھے جس سے تنگ آکر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا خدا بخش صاحب ملتانیؒ مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے اور دیگر علماء آدابِ مجلس کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔

مولوی عنایت اللہ صاحب اِدھر اُدھر کی غیر متعلقہ عبارات پڑھتے جاتے تھے جن کا اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مثلاً خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک حقیقت میں خواب دیکھنے والے کے پاس نہیں آتا۔اس کے متعلق حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ تو ٹھیک ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اقدس میں زندہ ہیں،لیکن مولانا عنایت اللہ صاحب حضرت کی آواز لوگوں کو سننے ہی نہیں دیتے تھے،اپنی خوب سناتے تھے۔ جب ان کو کہا گیا:انك میت و انهم میتون [الزمر:۳۰] یہ آیت مکّی ہے،تو کیا آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کفّار کے برابر ہوئی،تو ان کو اقرار کرنا پڑا کہ بھلا ایک رسول برحق کی موت کفار کی طرح کیسے ہوسکتی ہے؟ پھر وہ جلدی اُٹھ کر چلے گئے،حالانکہ نمازِ مغرب کا وقت بالکل قریب تھا۔

۲۸ستمبر ۱۹۵۸ء بعد نمازِ فجر حضرتِ رائے پوری رحمہ اللہ نے مولانا محمد انوری لائل پوریؒ کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور فرمایا کہ کل شام جو کچھ وہ حضرات فرما رہے تھے... اب وقت کافی ہے آپ تفصیل سے ہمارے حضراتِ اکابر کا مسلک واضح فرمائیں۔ تو مولانا موصوف نے اپنے اکابر حضرات مثلاً حضرت گنگوہیؒ،حضرت نانوتویؒ،حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ،حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ،حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ،حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ،حضرت نواب قطب الدین دہلویؒ و دیگر اکابر کی عبارات پڑھ کر مع تشریحات مجمع عام میں جو تقریباً دوسو سے زیادہ حضرات ہوں گے،حضرت رائے پوریؒ کے سامنے عرض کیں۔ نیز حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ کی مرقات کی عبارات و حضرتِ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ و علامہ عبدالرؤف مناویؒ شارح جامع صغیر سیوطی کی عبارات و نیز نبراس شرح شرح عقائد علامہ عبدالعزیز پرھاڑویؒ،اور زادالمعاد علامہ ابن قیمؒ اور احیاء العلوم امام غزالیؒ و شفاء السقام حضرتِ محدث تقی الدین سبکیؒ کی عبارات پیش کیں کہ یہ سب حضرات حیاتِ انبیاء علیہم السلام جسمانی مانتے ہیں۔ اور احادیثِ عرضِ صلوٰۃ بھی پڑھ کر سنائیں۔ پھر یہ عرض کیا کہ یہ حضرات (مولانا عنایت اللہ صاحب اوران کے ہم نوا) کہتے ہیں کہ فقط جسدِ اطہر بلا روح روضہ اقدس میں موجود ہے،اس کو یہ حضرات حیات برزخی سے تعبیر کرتے ہیں اور روحانی اس معنی میں مانتے ہیں کہ روح زندہ ہے۔

حضرت اقدس بڑی توجّہ سے سنتے رہے، پھر فرمایا:

''یہ تو بالکل غلط ہے، جو یہ حضرات کہتے ہیں، بلکہ روح مع البدن روضہ اقدس میں زندہ ہیں۔'' ۵

ایسے ہی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا حال ہے۔

عرض کیا کہ: "الأنبیاء أحیاء فی قبورھم یصلون" کا مطلب ہمارے اکابر بزرگانِ دیوبند و دیگر محققین یہ لیتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں اعمال طیبات سے کسی وقت تعطّل نہیں ہوا، بالکل اسی طرح قبور میں بھی اعمالِ طیبّہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کو تعطّل نہیں ہے، دائما ترقی ہوتی رہتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں روح مع الجسد ہی اعمالِ طیبہ کرتی رہی، بالکل یہی شان قبور میں ہے۔ ۶

حضرتِ اقدسؒ نے فرمایا: ''یہی صحیح مسلک ہے جو ہمارے حضرات دیوبند کا ہے۔''

یہ عرض کیا گیا کہ: ''یہ حضرات (اشاعتی) روضۂ اقدس پر حاضری اور وہاں طلبِ شفاعت اور صلوٰۃ وسلام کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔''

حضرتؒ نے فرمایا: ''توبہ توبہ! یہ تو نجدی بھی نہیں کہتے۔ نجدیوں کو بھی ہم نے دیکھا ہے کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ مواجہہ شریف پر حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں۔''

الحمدللہ! سب سامعین کی پوری پوری تشفّی ہوگئی، اور حضرت نے پھر فرمایا:

''عقیدہ وہی صحیح ہے جو اکابرِ دیوبند فرماتے ہیں۔'' ۷

اور فرمایا: ''بھائی! ہم تو اپنے بزرگوں کے تابع ہیں۔'' اس وقت مجلس میں بہت سے علماء کرام بھی موجود تھے۔ مثلاً حضرت مولانا عبدالوحید خواہرزادہ، حضرت رائے پوریؒ، حضرت مولانا محمد انور لائل پوریؒ، مولانا محمد سعید سرگودہا، مولانا حافظ اللہ دادؒ، مولانا محمد ابراہیمؒ، ڈاکٹر محمد امیرؒ اوکاڑہ۔ حاجی محمد اسماعیل لدھیانویؒ، مولانا عزیزالرحمٰن انوریؒ، مولانا عبداللہ دھرم کوٹیؒ، مولانا عبدالعزیزؒ رائے پور گجراں، پیر جی عبداللطیفؒ، حافظ ولی محمدؒ تلونی و دیگر متعدد حضرات موجود تھے۔ وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

حوالہ جات:

ا۔ کہ حضرت نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے، بلا مُکلّف ہونے کے [المہند :۳۲] اسی طرح ۲۲؍جون ۱۹۶۲ء کو حضرت قاری محمد طیبؒ نے جو عقیدہ تحریر کیا کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلقِ روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ [ماہنامہ تعلیم القرآن، ماہ اگست ۱۹۶۲ء]

۲۔و فی فیض الباری: رَوَاہُ ابُوداود فِی رَدِّ رُوحِہ حِینَ یُسَلِّمُ عَلَیہ لَیسَ مَعنَاہ اَنَّہٗ یُرَدُّ رُوحُہ ای اَنَّہٗ

یُحیٰ فِی قَبرِہ بَل تَوَجّہ مِن ذٰلِکَ اِلی ھَذا الجَانبِ فَھُوَ حَیّ فِی کِلتَا الحَالَتین. [۶۵/۲]... ابوداوٗد کی روایت میں جو سلام کے وقت آپ ﷺ کی روح لوٹنے کا جو ذکر ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ آپ ﷺ کی روح اس طرح لوٹائی جاتی ہے کہ آپ ﷺ کو آپ کی قبر میں زندہ کیا جائے بلکہ اس سے مراد آپ ﷺ کو اس سلام کی طرف متوجہ کرنا ہے زندہ تو آپ ﷺ دونوں حالتوں میں ہیں۔(یعنی درود شریف پیش ہونے کے وقت بھی اور اس سے پہلے بھی)۔

۳۔فتاویٰ عالمگیریہ:۲۹۲/۱،الفقہ علی المذاہب الاربعہ:۶۴۱/۱،وفاء الوفاء:۱۹۷/۴

۴۔ان اکابر کی کتب کے حوالہ جات کے لئے دیکھیں: مقام حیات از علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی لندن

۵۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:۔یُرِیدُ بِقَولِہ اَلاَنبِیَاءُ اَحیَاء۔۔مَجمُوعُ الاَشخَاصِ لَا الاَروَاحِ فَقَط[تحیة الاسلام :۳۶]حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں،اس کا مطلب فقط یہ نہیں کہ ان کی ارواح زندہ ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اشخاص الانبیاء(روح وبدن کے) مجموعہ کیساتھ زندہ ہیں۔

۶۔حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:قَولُہ۔۔فَنَبِیُّ اللہِ حَیّ یُرزَقُ وَاَحیَاء فِی قُبُورِھِم یُصَلُّونَ تَسرَدّ فِی ذِکرِ الحَیوٰۃ اَفعَالُھَا لَا اَصلُھَا......فَاِنَّ اَجسَادَھُم حُرِّمَت عَلی الاَرضِ. [تحیة الاسلام :ص۳۶] حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی ملتا ہے اور یہ کہ انبیاء اکرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں یہ احادیث صرف حیات کا بیان نہیں کرتیں بلکہ افعال حیات بھی ثابت کرتی ہیں یا...یقیناً انبیاء کرام کے اجسام مطہرہ مٹی پر حرام کردیئے گئے ہیں۔

۷۔حضرات انبیاء کرامؑ اپنی قبروں میں بتعلق روح زندہ ہیں،اس کے ساتھ ساتھ عام مردے سے بھی جب سوال و جواب ہوتا ہے تو وہ بھی بتعلق روح مع الجسم ہوتا ہے،جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ثُمَّ السّوَالُ عِندِی یَکُونُ بِا لجَسَدِ مَعَ الرّوحِ.[فیض الباری:۱۷۸/۴]

☆☆☆☆

قارئین توجہ فرمائیں!

مجلّہ ''صفدر'' کے گذشتہ شمارے (کے صفحہ نمبر 18) پر مذکور عبارت:

''نیز مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کے ہاں مسلکی معاملات کو اِس قدر اہمیت ہی حاصل نہیں تھی۔''

کے بارے میں حضرت مولانا ابوایوب قادری مدظلہم کا کہنا ہے کہ: ''یہ الفاظ اِن اکابر کے شایان شان نہیں ہیں۔'' لہٰذا اِس عبارت کو یوں پڑھا جائے:

''حضرت مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی خدمات کا میدان مختلف تھا۔''

نوٹ: اس مضمون کی طبع ثانی میں بھی مندرجہ بالا تصحیح کردی گئی ہے۔

خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری غفرلہ

نوفل ربانی

لاہور، کوئٹہ کراچی دھماکے......اور......ممکنہ وجوہات

جدید دنیا کی ایجادات نے '' موت'' کو کیسا سستا کردیا......سائنس نے مارنے کی رفتار کیسے بڑھادی......ایک دھماکہ چند کلو کا بارود اور خاندانوں کے خاندان اجڑ جاتے ہیں......موت کے سوداگروں کا بزنس روز افزوں ہے......وجہ کیا ہے!؟

انڈیاء کا ہاتھ ہے۔'را' پس پشت ہے۔عالمی طاقتوں کا کھیل ہے۔بلیک واٹر انوالو ہے۔خوارج کررہے ہیں۔باغی ناراض بلوچ پیشہ ور قاتل ہیں۔آپ کوئی بھی وجہ اُٹھالیں کوئی بھی ہوسکتا ہے بلکہ میں تو کہوں کہ یہ سارے عناصر ملتے ہیں تو دھماکہ وجود میں آتا ہے یہ سب باہم کڑیاں ملتی ہیں تو دہشت وبربریت کی داستان رقم ہوتی ہے۔......درست !!!......لیکن استعمال تو پاکستان کا ایک شہری ہوا اور وہ بھی ایک مبینہ مسلمان۔......تسلیم !!!......میڈیاء کا واویلہ بھی یہی، پینٹا گون اور دہلی کا فرمان بھی، یہی شیخ وقت کا فتوی بھی یہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ نوجوان اس راہ پر چلا ہی کیوں؟......بھرپور جوانی جس میں جینے کا سواددو چند ہوتا ہے!!!...... کیوں ایک کڑیل جوان موت کی وادی پر چل نکلتا ہے؟ جب ایک طرف نوجوان لمبی زندگی کی اُمیدیں باندھے منصوبے بنارہا ہوتا ہے تو وہیں ایک دوسرا نوجوان ہاتھ میں ریموٹ پکڑ کر خود کو اڑاتا ہے؟......کبھی سوچا؟......نہیں تو آج سوچ لیں!نہیں سوچ سکتے تو سن لیں!!!

جب آپ نوجوان کو فکر اسلاف سے کاٹتے ہیں تو وہ فکر میں آزاد ہوجاتا ہے پھر وہ بغیر ملکہ کے قیاس کرتا ہے اور اپنی تیئں جہاد کا ایک مفہوم وضع کرتا ہے من پسند مفہوم جو طاقت کا حصول سکھاتا ہے اسکی بغاوت کی تسکین کا سامان کرتا ہے۔...... جہاد کا درست تصور آپ نے قومی ایکشن پلان کے خوف سے امت کو بتایا ہی نہیں......آپ اسے تقلید مجتہدین سے آزاد کرتے ہیں تو ادھر وہ تقلید ابلیس میں لگ جاتا ہے......آپ اسے اکابر کے منہج سے جدا کرتے ہیں تو پھر وہ اصاغر کے غلط مفہوم پر چلتا ہے...... جب آپ اسکو بڑوں سے جدا کرتے ہیں تو پھر وہ منتشر پتنگا بنتا ہے......روایت سے توڑتے ہیں تو وہ درایت سے بھی جاتا ہے......جی ہاں یہ ہے وہ" مرکزی نکتہ " جس کو آپ سمجھنا ہی نہیں چاہتے!!

آپ اسے فہم صحابہ سے تجدد کے نام پر،کبھی توحید کے نام پر،کبھی دین خالص کے نام پر،کبھی اطاعت

رسول کے خوشنما نعروں پر کاٹتے ہیں تو پھر وہ آزاد ہو جاتا ہے پھر من مانی تشریح کرتا ہے۔آپ اسکو تشریح دین کی مہار پکڑاتے ہیں تو وہ پھر عقل کا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہے۔

نہ تو وہ نصوص کی گہرائی جانتا ہے نہ ہی منشاء خداوندی پاتا ہے نہ ہی مزاج شریعت کو جانتا ہے نہ ہی جملہ متعلقہ پہلو کا احاطہ کرتا ہے اور پھر وہ نص قرآنی پڑھتا ہے آپکو کہتا ہے اسکا یہ ترجمہ ہے اور اسکا یہ مطلب ہے اور میں یہ دھماکہ کررہا ہوں۔اس وقت آپ کہتے ہیں کہ سلف صالحین نے اس آیت کو اس طرح سمجھا تو وہ ترنت کہتا ہے وہی جملہ جو آپ نے اسے رٹایا ہوتا ہے کہ " ھم رجال ونحن رجال" وہ بھی لوگ تھے ہم بھی لوگ ہیں ہم نے کلمہ نبی کا پڑھا ہے سلف کا نہیں صحابہ کا نہیں تب آپ اسے 'خارجی' کہتے ہیں۔......اسکے خارجی بننے میں 'جناب' شامل ہیں۔!!

دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ آیت پڑھتا ہے آپ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم رسول اللہ نے یوں بیان کیا۔تو وہ آپکو یاد دلاتا ہے آپ کہا کرتے تھے کہ: رسول کا بتایا مفہوم تو تاریخی بات ہے، اصل مطلب تو ترجمے سے آتا ہے اور قرآن ''قطعی الدلالت'' ہے، عربی معلیٰ یا جاہلیت کے اشعار اور روایت اسکا مفہوم متعین کرتے ہیں۔رسول تو بس ایک نیک آدمی تھا، اس نے پہنچا دیا بس ختم۔

تو جناب رحم کیجئے!!!......نوجوانوں کو سلف سے صحابہ سے کاٹ کر خارجی مت بنائیں، حجیت رسول حجیت حدیث سے کاٹ کر حجیت جاہلیت کا جو بیوپار مغرب کی سرپرستی میں شروع کردیا ہے یہ مغرب کو خارجی لیکن نام کے مسلمان خدمت گار مہیاء کررہے ہیں۔......اسلام کا نام لینے والی موجودہ تمام دہشت گرد تنظیمیں شاخسانہ ہے اکابر کو چھوڑنے کا فہم صحابہ واسلاف امت سے کٹنے کا۔!!

یامعشر العلماء!......اے فقیہان ملت اے دانشوران قوم اور اے اقتدار کی صاحبان مسند اٹھو...... مغرب کے ان خداموں کو روکو یہ جو بداعتمادی اکابر واسلاف پھیلاتے ہیں، ان سے انکی فیکٹریاں چھین لو، یہ رینڈ کارپوریشنز کے کارندوں کو لگام دو، یہ دہشت گردی اور موت کے ابلیسی رقاصوں اور مغرب اور دہشت کے سہولت کاروں کا چہرہ بے نقاب کرکے اپنے وجود سے الگ کردیں۔......امت کو فکر اسلاف سے جوڑیں، تقلید ائمہ سے وابستہ کریں، فہم صحابہ پر اعتماد دلائیں، حدیث رسول کی اہمیت سے منسلک کریں، اللہ کا اصلی دین غالب آجائے گا، اسلام کی روح امن وسلامتی توحید ورسالت ساری دنیا کو پرامن بنادے گی۔

ورنہ نعرہ تکبیر کے ضمن میں فساد ہوگا......کلمہ پڑھتے ہوئے دھماکے ہونگے......شوق شہادت ہی میں جہنم رسیدی کا سامان ہوگا......ایک بار اس جہت سے سوچیں تو سہی!!

☆......☆......☆......☆

سعدی کے قلم سے

بھیانک جرم... قتل ناحق

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے جرائم میں سے ایک خطرناک جرم... ''قتل ناحق'' ہے... ناحق قتل نہ کسی انسان کا جائز ہے اور نہ چند مخصوص جانوروں کے سوا کسی جانور کا... ''قتل ناحق'' نہ مسلمان کا جائز ہے نہ کافر کا... نہ کسی دیندار کا جائز ہے اور نہ کسی فاسق کا... نہ کسی متقی کا جائز ہے اور نہ کسی بدعتی کا...

ایک انسان جب تک ''قتل ناحق'' کے جرم میں مبتلا نہیں ہوتا... اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت گنجائش رہتی ہے... لیکن جیسے ہی وہ ناحق خون بہاتا ہے تو اس کے لیے گنجائش بہت کم رہ جاتی ہے...

اللہ معاف فرمائے ایسے لوگوں کو ''توبہ'' کی توفیق بھی کم ملتی ہے اور اُن میں سے کئی... ایمان اور اسلام سے بھی محروم ہو جاتے ہیں... زمین پر گناہوں کا آغاز اسی ''قتل ناحق'' کے بھیانک گناہ سے ہوا... اس گناہ سے پہلے زمین بہت خوبصورت تھی... مگر اس ایک گناہ نے پورے خطہ زمین کو... کانٹوں، کڑواہٹوں اور دُکھوں سے بھر دیا... کسی کو قتل کرنا نہ کوئی بہادری ہے اور نہ کوئی عزت... ناحق قتل سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوتی ہے... اگر کوئی شخص کسی چڑیا کو بھی بلاوجہ ناحق قتل کر کے پھینک دے گا تو وہ چڑیا قیامت کے دن اس پر دعویٰ کرے گی کہ میری جان کیوں ضائع کی؟... اور احکم الحاکمین کا ''قہر'' قیامت کے دن قاتلوں پر خوفناک برسے گا... اسلام نے ''قتل ناحق'' کا دروازہ بند کرنے کے لئے بڑے بڑے اقدامات فرمائے... ان دروازوں کو بند کیا جن سے یہ موذی جرم امت میں داخل ہوتا ہے... اور قتل ناحق پر ایسی شدید وعیدیں نازل فرمائیں کہ... جو مسلمان بھی انہیں پڑھ لے وہ کبھی قتل ناحق کی جرأت نہیں کر سکتا... یہ وعیدیں اتنی سخت اور شدید ہیں کہ انہیں پڑھ کر دل خوف سے کانپنے لگتا ہے... حضرات صحابہ کرام ان وعیدوں اور احکامات کو سن کر اس معاملے میں ایسے حساس تھے کہ... قتل ناحق سے بچنے کے لئے اپنی بڑی سے بڑی توہین برداشت فرما لیتے تھے... یہاں تک کہ خود قتل ہونا بھی گوارہ کر لیتے تھے... اور یہی کامیاب ترین انسانوں کا دستور ہے کہ... وہ قتل ناحق سے بچنے کے لئے اپنی جان تک دے دیتے ہیں مگر ''قتل ناحق'' سے اپنے ہاتھ آلودہ نہیں کرتے...

حضرت ہابیل علیہ السلام نہ اپنے بھائی سے کمزور تھے اور نہ وہ لڑنے سے عاجز تھے... وہ نہ بزدل تھے اور نہ اپنے بھائی کی نیت سے غافل تھے... مگر وہ ''قتل ناحق'' سے بچنے کے لئے ''مقتول'' اور ''شہید''

ہو گئے... اور یوں ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے... ان پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں... جبکہ ''قابیل'' نے اپنی انا، اپنی ضد اور اپنے حسد کی پیروی کی... وہ قتل ناحق کے جرم میں مبتلا ہو کر... دنیا میں بھی مر گیا اور آخرت میں بھی زمین پر ہونے والے ہر... ''قتل ناحق'' کی سزا میں حصہ دار بن گیا...... حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے آپ کی شان میں بہت سخت گستاخی کی... آپ کے رفقاء میں سے ایک ''صاحب'' اس کو قتل کرنے کے لئے اُٹھے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سختی سے منع فرمادیا... اور فرمایا کہ یہ حکم حضرت آقا مدنی ﷺ کے لئے خاص ہے کہ... ان کے گستاخ کو قتل کرنا ''برحق'' ہے ان کے بعد کسی کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں... ''قتل ناحق'' کا جرم چونکہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کا سبب ہے اس لئے... اس کے اثرات دور دور تک پھیلتے ہیں... اور ایک قتل کئی مزید ہلاکتوں کا باعث بنتا چلا جاتا ہے... پاکستان اس وقت اس عذاب کا شکار ہے... ایک طرف ''تخریب کار'' ہیں... جن کے نزدیک ''قتل ناحق'' نعوذ باللہ ثواب کی چیز ہے... اور دوسری طرف حکومت ہے جس کے نزدیک ''قتل ناحق'' ملک کے امن کے لئے ضروری ہے... ''قتل ناحق'' کا یہ بھیانک سلسلہ ''پرویز مشرف'' نے شروع کرایا... اور پورے ملک کو ایک آگ میں دھکیل دیا...

مارکیٹوں میں یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جب کسی کا کوئی ''برانڈ'' بہت مقبول ہو جائے تو اس کے مخالف... اس ''برانڈ'' کو ناکام اور بدنام کرنے کے لئے... اسی نام کی نقلی اور نقصان دہ چیز بازار میں لے آتے ہیں... مثلاً کسی جگہ ''محمد بدر'' نام کا ''حلوہ'' بہت مشہور بہت مقبول ہو گیا... ہر کوئی یہی حلوہ خرید رہا ہے... اور دکان پر ہر وقت بھیڑ رہتی ہے... اب مخالفوں نے ''محمد بدر'' کے نام اور پیکٹ کے ساتھ ''نقلی حلوہ'' مارکیٹ میں چلا دیا... اس حلوے کو جو کھاتا ہے اس کے پیٹ میں درد ہوتا ہے اور وہ الٹیاں کرنے لگتا ہے...

اب اصلی ''محمد بدر'' کمپنی والے ہر جگہ اپنی صفائیاں دیتے ہیں... لوگوں کو اصلی، نقلی کا فرق سمجھاتے ہیں... مگر اب ان کی شہرت اور مقبولیت پہلے جیسی نہیں رہتی... اور پھر جب ان کی دکان پر مخالفین سرکاری چھاپہ ڈلواتے ہیں تو لوگ... ان کی مدد کے لئے بھی نہیں نکلتے... کیونکہ نقلی حلوہ اپنا کام دکھا چکا ہوتا ہے... اللہ تعالیٰ نے امارت اسلامی افغانستان کے ذریعہ ''جہاد'' کو بے پناہ مقبولیت اور شہرت عطاء فرمائی... امارت اسلامی افغانستان کے حکام ''طالبان'' کہلاتے تھے اور طالبان کا نام... عزت و وقار، امن و سکون اور امانت و دیانت کا ''برانڈ'' بن چکا تھا... آج جو آپ پاکستان اور اس کے آس پاس اور دور دور تک اسلام، دینی مدارس اور مساجد کی ترقی دیکھتے ہیں... اس کے پیچھے ''طالبان'' کی محنت و دیانت کا بڑا ہاتھ

ہے... انہی کے زمانے میں لوگ جوق درجوق جہاد پر آئے اور انہی کے زمانے میں مسلمانوں کے مالدار اور پڑھے لکھے طبقے نے دین پر خرچ کرنے کے لئے اپنا ہاتھ اچھی طرح کھولا... طالبان کی وجہ سے اسلام اور جہاد کو الحمد للہ عزت وشوکت ملی... اب جب ''عالم کفر'' نے طالبان پر حملہ کیا تو ضروری تھا کہ طالبان کی شہرت کو بھی نشانہ بنایا جائے... چنانچہ طالبان کے نام سے ایسے افراد کھڑے کئے گئے... جنہوں نے اغوا کاری، بھتہ خوری اور قتل وغارت کا بازار گرم کردیا... یہ سب کچھ امریکہ اور پرویز مشرف کی قیادت میں ہوا... انہوں نے خود ایسے افراد مقرر کئے جو... نوجوانوں کو ملک میں کارروائیوں پر اُبھارتے تھے اور ان کی فنڈنگ کرتے تھے... پھر انہوں نے سرکاری اداروں کے ذریعہ جہادی جماعتوں کو توڑا اور ان میں سے ایسے افراد نکالے جو جذباتیت کا شکار ہوسکیں... پھر انہوں نے مجاہدین پر مظالم ڈھائے تاکہ وہ غصے اور انتقام میں آکر کارروائیاں کریں... پھر انہوں نے مساجد ومدارس پر مظالم کی آگ برسائی تاکہ... اس کے منفی ردعمل میں... نوجوان شدید انتقامی جذبے کا شکار ہوں... اور پھر ان نوجوانوں کو ''طالبان'' اور ان کی کارروائیوں کو ''جہاد'' کا نام بھی دلوایا... اور یوں وہ اصلی طالبان لوگوں کو بھول گئے... جن طالبان کی مثالیں دے کر لوگ اپنے ملکوں کے حکمرانوں کو جوتے دکھاتے تھے... ''طالبان'' کی وہ مقبولیت اسی طرح برقرار رہتی تو ہزاروں لاکھوں مسلمان پوری دنیا سے... افغانستان کا رخ کرتے اور ''طالبان'' پر حملہ کرنے والی طاقتوں کو عبرت کا نشان بنادیتے... وہ افراد جو پاکستان وغیرہ میں کارروائیاں کرتے رہے اگر یہ سب افغانستان چلے جاتے اور وہاں کارروائیاں کرتے تو آپ اندازہ لگائیں کہ حملہ آور اتحاد کا کتنا برا حشر ہوتا... اسی لئے ایک سازش کے تحت کئی ریٹائر افراد، کئی مشکوک پیر، کئی ظاہری دیندار... اپنے ہاتھوں میں بریف کیس لے کر مجاہدین کی صفوں میں گھس گئے... اور نوجوانوں کو پاکستان میں کارروائیاں کرنے پر اُبھارنے لگے... ساتھ انہوں نے یہ نعرہ بھی عام کردیا کہ... پاکستان کے جو مجاہدین افغانستان اور کشمیر میں لڑ رہے ہیں وہ ایجنسیوں کے ایجنٹ اور چابی والے خرگوش ہیں... ان کو بڑی بڑی رقمیں ملتی ہیں... اور یہ خود کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے... چنانچہ سیدھے سادے جذباتی نوجوان ان باتوں کا شکار ہوکر وزیرستان کا رخ کرنے لگے... اور یوں ایک نیا سلسلہ چل پڑا... اس وقت جو نوجوان اس سازش کا شکار ہوئے... وہ اکثر بے قصور تھے... ان کو جس طریقے سے جذبات دلائے گئے اور جس طرح سے بھڑکایا گیا... اس کو سن کر کسی مسلمان کے لئے سوائے اسے قبول کرنے کے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہتا... اور پھر لال مسجد کے واقعے نے... اس جنگ کو مستقل بنیادوں پر کھڑا کردیا... امریکہ اور پرویز مشرف کی ایجنسیوں کے پلان میں یہ بھی شامل تھا کہ... اس طرح کے جذباتی افراد کو استعمال کرکے... ایک طرف تو اصلی طالبان کو بدنام کیا جائے گا... اور دوسری طرف ان

نوجوانوں کی کارروائیوں کو جواز بنا کر پاکستان سے جہادی جماعتوں، مدارس اور دینی جماعتوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا... چونکہ لوگ اغوا کاری، بھتہ خوری، عوامی قتل عام سے تنگ ہوں گے تو یوں اس کے پردے میں... پاکستان کے دینی طبقے کو مجرم قرار دے کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا... اور یہ ملک ایک سیکولر لبرل ریاست بن جائے گی... مگر امریکہ، نیٹو اور ان کے پالتو پرویز مشرف کی یہ سازش مکمل کامیاب نہ ہوسکی... وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا، اپنے بندوں کا اور جہاد کا محافظ ہے... وہ تحریک جسے جذبات کے جھٹکے لگا کر... کچھ مقاصد کے لئے کھڑا کیا گیا تھا وہ اتنی مضبوط ہوگئی کہ... حکومت کو بھی چکر آنے لگے... جمہوری نظام حکومت کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ... لوگ آتے ہیں جاتے ہیں، افسر بدلتے ہیں، اداروں کے سربراہ تبدیل ہوتے ہیں... پالیسیاں تسلسل سے جاری نہیں رہتیں... کئی افراد کو اپنا کام ادھورا چھوڑ کر ہٹنا پڑتا ہے... اور نئے افراد کو پرانوں کے کارناموں کا علم تک نہیں ہوتا... بس یہی کچھ یہاں ہوا... جذبات کے تندور میں جلائے جانے والے نوجوان ایک منظّم تحریک بن گئے... پورا ملک دوطرفہ ''قتل ناحق'' کی آگ میں جلنے لگا... پہلے جو جنگ محض جذبات پر مبنی تھی... اب اس میں تنظیمی اصول اور طرح طرح کے سرپرست آتے گئے... تب ریاست نے ان کے خلاف فوجی آپریشن شروع کر دیا... تو ان لوگوں کو افغانستان نے جگہ دے دی... آپریشن ضرب عضب شروع ہوتے وقت بندہ نے جو ''رنگ ونور'' لکھا تھا اسے ملاحظہ فرما لیجئے... آپ حیران ہوں گے کہ اس میں آئندہ کے جن حالات کی نشاندہی کی گئی تھی وہ کھلی آنکھوں سے سب کے سامنے آگئے... اب آپ دیکھیں... پہلا مقصد طالبان کو بدنام کر کے ان کو اکیلا کرنا تھا اور انہیں شکست دینی تھی... الحمد للہ یہ مقصد پورا نہ ہوا... امارت اسلامی افغانستان آج بھی قائم ہے، میدان میں ہے اور فاتح ہے... اگرچہ اس فتح میں وقت زیادہ لگا... اور یہ بھی درست ہے کہ طالبان کی پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں پہلے جیسی مقبولیت نہیں رہی... مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟... میدان میں وہ آج بھی فاتح ہیں... اور ان کا دشمن خود شکست تسلیم کر رہا ہے... دوسرا مقصد... پاکستان میں قائم شرعی جہادی جماعتوں کو ختم کرنا اور مدارس ومساجد کا ناطقہ بند کرنا تھا... سول سوسائٹی کے نام سے میراثیوں کا ایک پورا لشکر... اور میڈیا کے نام سے کئی غیر ملکی ایجنٹوں کا ایک پورا ٹولہ... اسی کام کے لئے وقف ہے کہ... جیسے ہی پاکستان میں کوئی تخریبی کارروائی ہوتی ہے تو وہ فوراً شور ڈال دیتا ہے کہ... ہر دیندار کو مارو، ہر مدرسہ بند کرو، ہر جماعت پر پابندی لگاؤ....اور ملک سے دین کا خاتمہ کرو...

مگر الحمد للہ یہ مقصد بھی آج تک پورا نہیں ہوسکا... اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو قائم رکھنا ہے تو یہ مقصد کبھی بھی پورا نہیں ہوسکے گا...

خلاصہ یہ کہ امریکہ اور پرویز مشرف نے... ''قتل ناحق'' کا یہ دوطرفہ سلسلہ جن مقاصد کے لئے شروع کرایا تھا وہ تو پورے ہوئے نہیں... جبکہ پاکستان کے خلاف مستقل ایک جنگ کے اسباب تیار ہو گئے... اب بھی اس لڑائی کو بند کیا جا سکتا ہے مگر نہ حکومت ایسا چاہتی ہے اور نہ غیر ملکی طاقتیں... بلکہ غیر ملکیوں کی تو یہ خواہش ہے کہ وہ لوگ جو ابھی تک پاکستان کے خلاف نہیں لڑ رہے... پاکستان حکومت ان کو بھی اتنا مجبور اور تنگ کرے کہ وہ بھی لڑنے پر اتر آئیں... دوسری طرف وہ افراد جو... فوجی آپریشن سے بچنے کے لئے افغانستان جا بیٹھے ہیں وہاں ان کو عالمی طاقتیں اس بات پر مجبور کرتی ہیں کہ... وہ پاکستان میں زیادہ سے زیادہ کارروائیاں کریں... اور ساتھ ہی امارت اسلامی افغانستان کو ختم کرنے میں ان کی مدد کریں... زمانے کا انتقام دیکھیں کہ وہ لوگ جو کل تک... پاکیزہ کشمیری مجاہدین اور باہمت افغان مجاہدین کو... ''آئی ایس آئی'' کا ایجنٹ کہتے تھے آج سب لوگ اُن کو ''را'' کا ایجنٹ کہہ رہے ہیں... بے شک جھوٹی گالی بالآخر گولی بن کر گالی دینے والے کی طرف واپس لوٹتی ہے...

ہم نے کئی بار کوشش کی کہ... یہ جنگ کسی طرح بند ہو یا کم ہو... مگر ہماری نہ تو حکومت سنتی ہے... اور نہ مسلح جنگجو... کیونکہ دونوں طرف کے عزائم بھی بڑھ چکے ہیں، مجبوریاں بھی بڑھ چکی ہیں... اور مظالم بھی بڑھ چکے ہیں...

یہاں تک کہ جو ان کو سمجھانے کی کوشش کرے تو وہ اسے بھی قتل کرنا ضروری سمجھتے ہیں... اور یہ جنگ اب جنگل کے قانون سے بھی زیادہ بے اصول ہو چکی ہے... آخر ''شہباز قلندر'' کے مزار پر دھمال ڈالنے والوں کا اس جنگ سے کیا تعلق تھا؟ وہ اچھے لوگ تھے یا بُرے مگر ان کے جسموں میں اللہ تعالیٰ نے جان رکھی تھی... اسلام نے کسی بھی جان کے ''قتل برحق'' اور ''قتل ناحق'' کے جو اٹل اصول ارشاد فرمائے ہیں ان کی رو سے ان افراد کا قتل... ''قتل ناحق'' بنتا ہے... پھر دوسری طرف حکومت نے بھی دیر نہیں لگائی جیلوں اور تفتیشی مراکز میں سے ایک سو افراد کو نکالا اور ان کا ''قتل ناحق'' کر دیا... اور یوں ملک میں ''قتل ناحق'' کا عفریت ہر طرف چھا گیا...

اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے... اہل پاکستان کے لئے یہ دعاء اور استغفار کی گھڑی ہے...

لا اله الا اللّٰه، لا اله الا اللّٰه ،لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه

اللهم صل علی سیدنا محمد واله وصحبه وبارك وسلم تسلیما كثیرا

لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه

(ہفت روزہ القلم، شمارہ: ۵۸۲)

مسئلہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت

......قسط:۱۳......

زبیر علی زئی:

☆ سخاوی[۳۷۹] نے لکھا ہے کہ حافظ ابنِ حجر[۳۸۰] العسقلانی (رحمہ اللہ) علانیہ ابنِ عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے[۳۸۱]... ایک دفعہ آپ کا ابنِ عربی کے ایک معتقد[۳۸۲] سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک[۳۸۳] ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ۳/ ۱۰۴۷، ۱۰۴۸)

سخاوی نے مزید لکھا ہے کہ حافظ ابنِ حجر نے ابنِ عربی کے ایک جیالے[۳۸۴] سے بحث و مباحثہ کیا اور ابنِ عربی کو اس کے بُرے کلام کی وجہ سے بُرا کہا ... پھر کہا آؤ ہم دونوں مباہلہ کر لیں، عام طور پر دو مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا[۳۸۵] ہوتا ہے وہ مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ! اگر ابنِ عربی گمراہ تھا تو مجھ پر لعنت فرما۔

وہ معاند شخص روضہ میں رہتا تھا، وہ رات کو کسی مہمان کے ساتھ گھر سے باہر نکلا اور واپسی پر کہنے لگا کہ مجھے کسی چیز نے پاؤں پر ڈس لیا ہے، جب وہ گھر پہنچا تو اندھا ہو گیا تھا اور صبح سے پہلے مر گیا[۳۸۶]۔ مباہلہ رمضان ۷۹۷ھ[۳۸۷] میں ہوا تھا اور وہ شخص ذوالقعدہ ۷۹۷ھ میں مر گیا تھا۔

(ملخصاً از الجواہر والدرر ج ۳ ص ۱۰۰۱_۱۰۰۲)

اس مباہلے کا ذکر حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری[۳۸۸] میں بھی کیا ہے۔

(دیکھئے ج ۸ ص ۹۵ ح ۴۳۸۰_۴۳۸۲ باب قصۃ اہل نجران، کتاب المغازی)

الجواب:

۳۷۹

امام سخاوی رحمہ اللہ کے بارے میں علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''سخاوی نامی صوفی... یہ سخاوی وہی ہے جس کا عقیدہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام یعنی زندہ جاوید ہیں۔ دیکھئے القول البدیع (ص ۱۶۷) اس کے رد میں سیوطی نے الکاوی داغ لگانے والی، جلانے والی کتاب لکھی ہے'' [فضائل درود و سلام: ۱۹]

علی زئی صاحب! یہ سخاوی وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا، اور یہ سیوطی بھی وہی ہے جس نے سخاوی

کا تو بقول شمارؔ دلکھا مگر ابن عربی کے دفاع میں مستقل کتاب '' تنبیہ الغبی عن تبرئة ابن عربی '' لکھی۔[التاج المکلل: ۱۷۷، نواب صدیق حسن خان]

۳۸۰

زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک کسی کو ''غیر مقلد'' کہنا گالی ہے۔[علمی مقالات ۵۳۴/۴]

اور اس کے باوجود انہوں نے حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کو ''غیر مقلد'' کہا ہے۔[اوکاڑوی کا تعاقب: ۵۴] دیکھئے حاشیہ:۱

علی زئی صاحب نے ایک وقت میں حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کو ''غیر مقلد'' کہہ کر بزعمِ خود گالی دی اور دوسرے وقت میں ان کے حوالہ کو اپنے لیے مفید سمجھ کر اُسے اپنی تائید میں پیش کر دیا۔

۳۸۱

'الجواهر و الدرر' کتاب بندہ کے پاس نہیں ہے۔علی زئی صاحب کا پیش کردہ حوالہ صحیح بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوگا کہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ابنِ عربی کا رد کیا اور ان کے کسی معتقد سے مباہلہ کیا۔

عرض ہے کہ غیر مقلدین بھی اپنے علماء و مصنفین کا رد کیا کرتے ہیں خود علی زئی صاحب دوسرے غیر مقلدین کا رد کرتے رہے ہیں اور غیر مقلدین بھی ان کا رد لکھتے رہے۔ چند ماہ پہلے خبیب اثری صاحب غیر مقلد کا قسط وار مضمون علی زئی صاحب کی تردید میں شائع ہوتا رہا ہے۔ دیکھئے ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ شمارہ ۱۵۹، اور بعد کے شمارے۔

غیر مقلدین اپنے ہم مسلک لوگوں کو مباہلہ کا چیلنج بھی دیتے رہے ہیں۔ مثلاً

خواجہ عطاء الرحمٰن اختر صاحب (گوجرانوالہ) اپنے ہم مسلک ''مولوی'' اسحاق علوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

'' راقم باادب و احترام عرض کرتا ہے کہ وہ مقابلہ میں آ کر بنفسِ نفیس تا موت بھوکے بیٹھیں اور موت کا انتظار کریں۔''[ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۲۷ جولائی ۱۹۸۴ء:۲]

غیر مقلدین کے ''حافظ'' عبد الرحمٰن مدنی صاحب نے احسان الٰہی ظہیر صاحب غیر مقلد کی تردید میں مفصل مضمون لکھا، جس کا عنوان ''احسان الٰہی ظہیر کے لیے چیلنج مباہلہ'' تھا۔[ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۳/ اگست ۱۹۸۴ء:۵]

مدنی صاحب اس مضمون میں لکھتے ہیں:

''بہرحال ان خودساختہ علامہ صاحب کے کویتی سرپرستوں کو تو ہم نے مباہلہ کا چیلنج پہلے سے دے رکھا ہے، اب ہم ان کے پیش کردہ نہ صرف جملہ نکات پر ان کا مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے ہیں بلکہ ان نکات میں ان حضرات کے بدنامِ زمانہ کردار کا اضافہ کر کے اس کو بھی شامل مباہلہ کرتے ہیں۔''

[ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۳ر اگست ۱۹۸۴ء:۶]

مدنی صاحب نے ظہیر صاحب کو دس باتوں پر مباہلہ کا چیلنج دیا، ان میں سے چند باتیں ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

''اپنے گھر میں جوان نوکرانیوں کے قصوں کے بارے میں مباہلہ کی جرأت پاتا ہے؟''

[ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۳ر اگست ۱۹۸۴ء:۶]

''حکومتِ سعودیہ کو ورغلانے کے لیے موجودہ حکومتِ پاکستان کی شیعہ حمایت کے بے بنیاد قصوں کے محاسبہ اور دونوں حکومتوں کے درمیان جاسوسی کے متضاد کردار کو بھی شاملِ مباہلہ فرمالیجئے۔''

[ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۳ر اگست ۱۹۸۴ء:۷]

آخر میں لکھتے ہیں:

''ہمیں یقین ہے کہ ان شاء اللہ اس مباہلہ کے ذریعہ ہم سرخرو ہوں گے اور اس کے جھوٹوں اور بہتانوں نیز اس کے اپنے کردار پر ایک عظیم اجتماع گواہ ہو سکے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے، یہ شخص جس کی دراز دستیوں اور زبان درازیوں کی ابتداء اپنے ہی باپ پر زیادتی سے ہوئی تھی، اپنے انجام کو جلد ہی پہنچنا چاہتا ہے۔'' [ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۳ر اگست ۱۹۸۴ء:۷]

ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کے مذکورہ حوالہ جات کا عکس رسائل اہلِ حدیث جلد اول کے آخر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ابنِ عربی کے کسی معتقد کی کوئی شخص تردید کرے اور مباہلہ کا چیلنج دے تو علی زئی صاحب اسے ان کی بلکہ خود ابنِ عربی کی گمراہی پر دلیل بنا لیتے ہیں مگر جب ان کی اپنی جماعت کے لوگ ایک دوسرے کی تردید کرنے کے ساتھ ساتھ مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں تو یہاں علی زئی صاحب دونوں میں سے کسی فریق کو گمراہ کہنے سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

۳۸۲

وہ ''معتقد'' علی زئی صاحب کی نقل کردہ عبارت کے مطابق گم نام ہے۔ اس لیے ہم یہاں دو باتیں عرض کرتے ہیں۔

ا۔علی زئی صاحب نے لکھا:

''کیا کسی ثقہ بالا جماع یا ثقہ وصدوق عندالجمہو راہلِ حدیث عالم نے بھی اپنی کسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ''عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے۔''؟ حوالہ پیش کریں!'' [علمی مقالات: ۵/۵۹]

علی زئی صاحب کے نزدیک جملہ ''عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے۔'' میں وحدۃ الوجود کا بیان ہے، اس لیے انہوں نے مطالبہ کیا کہ اس کے مقابلہ میں وحدۃ الوجود کے اثبات میں ثقہ بالا جماع یا ثقہ وصدوق عندالجمہو راہلِ حدیث عالم کا حوالہ پیش کریں۔

اس عبارت کے پیشِ نظر علی زئی صاحب کو چاہیے تھا کہ وحدۃ الوجود کے قائل کی مذمت کرتے ہوئے اس قائل کا ''ثقہ بالا جماع یا ثقہ وصدوق عندالجمہو ر'' ہونا ثابت کرتے۔مگر افسوس ابنِ عربی کے معتقد کی ثقاہت تو کجا ان کا نام تک ذکر نہیں کیا۔

۲۔علی زئی صاحب نے ابنِ عربی کے نامعلوم معتقد کا ذکر کیا ہے، جب کہ غیر مقلدین نے اپنے جن علماء کو مباہلہ کا چیلنج دیا، وہ نامی گرامی ہیں مثلاً احسان الٰہی ظہیر صاحب۔

نیز عرض ہے کہ وہ مجہول شخص اگر ابنِ عربی کا معتقد ہے تو اُن کا اعتقاد رکھنے والے تو میاں نذیر حسین دہلوی، فضل حسین بہاری، عبداللہ روپڑی، نواب صدیق حسن، وحید الزمان، ثناء اللہ امرتسری، میر ابراہیم سیالکوٹی، ابوالحسن سیالکوٹی اور عبدالجبار کھنڈیلوی وغیرھم غیر مقلدین بھی ہیں تو یہ مباہلہ خود ابنِ عربی کے معتقد غیر مقلدین کے خلاف پیش کیا جاسکتا ہے۔

۳۸۳

''ہلاک ہوگیا'' کا جواب خود علی زئی صاحب کی زبانی آگے حاشیہ: ۳۸۶ میں آرہا ہے۔

۳۸۴

ابنِ عربی کے جیالے تو غیر مقلدین بھی ہیں جن میں سے کچھ کے نام اُوپر حاشیہ: ۳۸۲ میں مذکور ہوئے۔ان جیالوں میں ایک نمایاں نام میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کا ہے جنھوں نے ابنِ عربی کے مخالف سے پندرہ دن تک مناظرہ جاری رکھا تھا۔[الحیات بعد الممات: ۱۲۳، تراجم علمائے حدیث ہند: ۱۴۶]

میاں صاحب اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا زمانہ الگ الگ ہے۔درمیان میں صدیوں کا فاصلہ ہے ورنہ حافظ صاحب اگر میاں صاحب کے زمانہ میں ہوتے تو شاید میاں صاحب سے مناظرہ کی نوبت آجاتی، ممکن ہے کہ مناظرہ دو ہفتوں تک جاری رہتا۔

اور میاں صاحب اگر حافظ صاحب کے دَور میں ہوتے تو کوئی بعید نہیں تھا کہ دونوں کے درمیان

مباہلہ کی نوبت آجاتی۔

۳۸۵

علی زئی سمیت عام غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہم اہلِ حدیث صدیوں سے چلے آرہے ہیں، اس لیے بتایا جائے کہ جس شخص سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مباہلہ کیا، وہ اہلِ حدیث تھا یا کوئی اور؟

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کا آپس میں مباہلہ کرنا جائز نہیں ہے۔'' [توضیح الاحکام ۲/۳۷]

اس لیے سوال ہے کہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ ابنِ عربی کے معتقد کو کافر سمجھتے تھے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو حوالہ درکار ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے ابنِ عربی کے معتقدین تو غیر مقلدین میں بھی وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اور اگر حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ ابنِ عربی کے معتقد کو کافر نہیں سمجھتے تھے تو علی زئی صاحب کی تصریح کے مطابق یہ مباہلہ کرنا سرے سے جائز ہی نہیں تھا، اس لیے کسی ناجائز عمل کو اپنی تائید میں پیش کرنے کی زحمت نہ کی جائے۔

۳۸۶

مباہلہ کی حیثیت غیر مقلدین کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

خواجہ عطاء الرحمٰن اختر صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مباہلہ انبیاء کرام ہی کو سزاوار ہے کیونکہ ان کا علم بوحی الٰہی یقینی ہوتا ہے۔ کسی غیر نبی کو یہ حق نہیں کہ بال بچہ لا کر مباہلہ کا اعلان کرے کیونکہ اُمّتی کا علم اور معلومات ناقص اور نامکمل بھی ہوسکتی ہیں۔''

[ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۲۷ جولائی ۱۹۸۴ء: ۲]

خود علی زئی صاحب نے لکھا ہے:

''یاد رہے کہ صرف نبی کا مباہلہ ایسا ہے کہ مقابلے میں آنے والے ہر شخص کی تباہی و بربادی یقینی ہے جب کہ اُمتیوں کے مباہلے میں یہ بات نہیں ہوتی لہٰذا بہتر ہے کہ مباہلہ نہ کیا جائے۔''

[توضیح الاحکام: ۲/۳۷]

جب بہ اعترافِ آلِ غیر مقلدیت اُمّتی کے مباہلہ کا انجام بد یقینی نہیں تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اُمتی کے اس مباہلہ اور اس کے انجام پر کسی غیر مقلد کی خوشی کس لیے ہے؟ اس کی موت غیر مقلدین کی مذکورہ تصریحات کی رُو سے اتفاقی موت بھی تو ہوسکتی ہے۔

اگر غیر مقلدین کو کوئی کہہ دے کہ احسان الٰہی ظہیر بھی مباہلہ کے نتیجہ میں بم دھما کہ میں فوت ہو گئے تو...؟ بلکہ اگر کہنے والا یوں کہہ دے کہ ابنِ عربی کے معتقد کی ہلاکت مشہور نہیں، جب کہ احسان الٰہی ظہیر صاحب کا بم دھما کہ میں فوت ہو جانا مشہور ہے/اسے تلقی بالقبول حاصل ہے تو...؟

۳۸۷

علی زئی صاحب نے مباہلہ کا سن ۷۹۷ھ تحریر کیا ہے جب کہ ”القول الجلی فی ترجمة ابن تیمیة الحنبلی :۱۲۵“ کتاب میں لکھا ہے کہ اس کی ہلاکت کا یہ واقعہ ذوالقعدہ ۷۷ھ میں پیش آیا اور مباہلہ ماہِ رمضان میں ہوا تھا۔

غیر مقلدین کے رسالہ ”الاعتصام“ میں القول الجلی کی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”راقم کے خیال کے مطابق اس میں ایک الجھن ہے اور وہ یہ کہ اوپر بیان کردہ ۷۷ھ سے مُراد ۷۷۷ھ ہے تو اُس وقت حافظ ابنِ حجرؒ کی عمر صرف چار سال بنتی ہے کیوں کہ ان کی ولادت ۷۷۳ھ میں ہوئی تھی اور اگر اس سے مراد ۸۷۷ھ ہے تو اس وقت تک حافظ ابنِ حجرؒ کی وفات ہو چکی تھی، کیونکہ ان کی تاریخِ وفات کتبِ تراجم میں ۸۵۲ھ درج ہے۔“ [الاعتصام: اشاعتِ خاص، بیاد بھوجیانی: ۳۱۵]

۳۸۸

علی زئی صاحب نے حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی کتاب ”فتح الباری“ کا حوالہ دیا مگر وہاں سے عبارت نقل نہیں کی۔ کسی کو خیال آسکتا ہے کہ حافظ صاحب کی اپنی کتاب سے عبارت نقل کرنے کی بجائے دوسرے مصنف کی کتاب سے عبارت نقل کرنے میں کیا راز ہے؟

آیئے! اس راز سے ہم پردہ اُٹھاتے ہیں۔

فتح الباری کی عبارت یہ ہے: ووقع لی ذلك مع شخص كان يتعصب لبعض الملاحدة فلم يقم بعدها غير شهرين ۔[فتح الباری ۸/۱۱۹]

الاعتصام میں لکھا ہے:

”فتح الباری (ج ۸ ص ۹۵) میں حافظ ابنِ حجرؒ نے بعض ملاحدہ کے ایک متعصب حامی کے ساتھ اپنے ایک مباہلے کا ذکر کیا ہے۔“ [الاعتصام: اشاعتِ خاص، بیاد بھوجیانی: ۳۱۵]

فتح الباری میں صرف اتنی بات ہے کہ وہ کوئی ملحد تھا، چونکہ وہاں یہ صراحت نہیں کہ جس سے مباہلہ ہوا وہ ابنِ عربی کا معتقد تھا۔ اس لیے علی زئی صاحب کی مجبوری تھی کہ وہ ”فتح الباری“ کی بجائے کسی اور کتاب سے عبارت نقل کرتے۔

اس کے ملحد ہونے سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ وہ ابنِ عربی کا معتقد تھا یا یہ وہی مباہلہ ہے جس کا تذکرہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے کیا ہے؟ نیز ملحدین تو مختلف فرقوں میں پائے جاتے رہے ہیں خود غیر مقلدین میں ملحدین کی کمی نہیں۔ ہوسکتا ہے میری اس بات پر کسی غیر مقلد کو غصہ آجائے، اس لیے میں اس پر خود غیر مقلدین کی گواہیاں نقل کرتا ہوں۔

عبدالعزیز صاحب (سیکرٹری جمعیت اہلِ حدیث ہند) لکھتے ہیں:

''جن ملحدانہ اور معتزلانہ خیالات کے خلاف محدثین کرام نے جہاد کیا، آج خود اہلِ حدیث میں ان کی اشاعت کی روک تھام کرنا شرارت اور فساد کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔''

[فتنہ ثنائیہ:۲ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول]

عبدالاحد خان پوری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اس زمانہ کے جھوٹے اہلِ حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ وروافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ زنادقہ کے تھے اسلام کی طرف، اس طرح یہ جاہل بدعتی اہلِ حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل تشیع کے...''

[کتاب التوحید والسنۃ:۲۶۲]

خان پوری صاحب اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

''ثناء اللہ ملحد زندیق جعد اور جہم سے ہزار درجہ بدتر ہے بلکہ تمام کفار روئے زمین سے بدتر ہے۔''

[الفیصلة الحجازية:۶ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول]

عبداللہ روپڑی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولوی ثناء اللہ کا کلام الٰہی کے متعلق عقیدہ ملحدانہ ہے۔'' [تنظیم ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء بحوالہ مظالم روپڑی:۱۶]

روپڑی صاحب نے امرتسری صاحب کو درج ذیل القاب دیئے:

''جہمی، کافر، بدعتی، خبیث، زندیق، ملحد'' [تنظیم ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء:۷ بحوالہ مظالم روپڑی:۱۰]

ثناء اللہ امرتسری صاحب، علی زئی صاحب کے شیخ الشیخ یعنی دادا استاد ہیں۔

(جاری ہے۔۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

مولانا مجیب الرحمٰن، ڈیرہ اسماعیل خان قسط:۲

حدیث کلاب حوأب کا مصداق اور قاضی طاہر علی کی تحقیق پر ایک نظر

حدیث طیر کی بعض سندیں:

اس حدیث کی سندیں بہت ہیں:

پہلی سند:

امام ابویعلی، حسن بن حماد وراق کوفی، مسہر بن عبدالملک، عیسی بن عمر، اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ قرشی سدی کبیر۔

(۱)......حسن بن حماد وراق کوفی: ابن ابی حاتم، سراج کوفی حماد کو ثقہ کہتے ہیں، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔

(۲) مسہر بن عبدالملک: مسند ابویعلی میں ہے کہ مسہر ثقہ ہے، ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، حسن بن علی خلال اس کی اچھی تعریف کرتے تھے (تہذیب) حسن بن حماد ضبی نے کہا ثقہ ہے (میزان الاعتدال: ۱۱۳/۴) ابن حجر کہتے ہیں لین الحدیث ہے (حدیث میں ڈھیلا ہے، تقریب)

(۳) عیسی بن عمر: یہ عیسی بن عمر اسدی ہمدانی ہے، امام احمد لابأس بہ، ابن معین اور نسائی اور خطیب اور ابن نمیر ثقہ کہتے ہیں، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، عجلی ثقہ اور صالح کہتے ہیں، ابوحاتم لابأس بہ اور ثقہ کہتے ہیں، ابوبکر بزار لابأس بہ کہتے ہیں۔ (تہذیب)

(۴) اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ قرشی سدی کبیر: حضرت ابن عمر، حضرت حسن، ابوہریرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے، انس و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے، یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں: لابأس بہ یعنی ثقہ ہے، جس نے اس کا ذکر کیا خیر کے ساتھ کیا، اور کسی نے اس کو ترک نہیں کیا، امام احمد ثقہ کہتے ہیں، نسائی صالح یا لابأس بہ (یعنی ثقہ) کہتے ہیں، ابن عدی کہتے ہیں صحیح حدیث والا سچا لابأس بہ ہے، عجلی ثقہ تفسیر کا عالم کہتے ہیں، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب) اور سدی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، تو یہ سند حسن درجہ کی ہے۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **رجال ابی یعلیٰ ثقات وفی بعضھم ضعف. [مجمع الزوائد: ۱۶۸/۹]** ابویعلی کی سند کے راوی ثقہ ہیں بعض میں ضعف ہے۔

سنن نسائی کبری اور خصائص علی للنسائی کی سند بھی یہی ہے اس میں امام نسائی زکریا بن یحیٰ سے روایت کرتے ہیں، یہ زکریا بن یحیٰ السجزی دمشقی ہیں جو نسائی کے استاذ ہیں، امام نسائی اس کو ثقہ کہتے ہیں، حافظ عبدالغنی ثقہ وحافظ کہتے ہیں (تاریخ الاسلام ذہبی: ۱۸۰/۲۱) عبدالحی بن احمد بن محمد عکری حنبلی اس کو الحافظ اور ثقہ کہتے ہیں (شذرات الذھب: ۳۶۵/۳) امام نسائی نے اپنے اساتذہ میں صرف یہی ایک زکریا بن یحیٰ ذکر کئے اور فرمایا خیاط السنۃ اور ثقہ ہے۔ [مشیخۃ النسائی: ۸۷/۱]

دوسری سند:

امام طبرانی رحمہ اللہ کی معجم اوسط میں ایک سند ہے جس میں امام طبرانی احمد بن الجعد سے اور وہ سلمہ بن شبیب سے وہ امام عبدالرزاق سے وہ امام اوزاعی سے وہ یحیٰ بن ابی کثیر سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس سند کے راوی کیسے ہیں؟

یحیٰ بن ابی کثیر ثقہ صحاح ستہ کا راوی ہے، امام اوزاعی عبدالرحمٰن بن عمر وثقہ فقیہ صحاح ستہ کا راوی ہے، امام عبدالرزاق بن ہمام مصنَّف کے مصنِف ثقہ عظیم امام صحاح ستہ کے راوی ہیں، سلمہ بن شبیب ثقہ مسلم وسنن اربعہ کے راوی ہیں، امام طبرانی کے استاذ ابوبکر احمد بن عبدالعزیز بن الجعد جوہری وشاء بغدادی بصری کے متعلق امام دارقطنی فرماتے ہیں: لابأس بہ ہے (یعنی ثقہ ہے) امام ذہبی فرماتے ہیں الشیخ الثقۃ العالم ہیں (ارشادالقاصی والدانی الی تراجم شیوخ الطبرانی: ۹۸/) یہ تو بالکل صحیح سند ہے۔

تیسری سند:

ترمذی کی جو سند ہے، اس میں حضرت انس سے روایت کرنے والا:

(۱)......اسماعیل سدی کبیر ہے، جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۲)......اسماعیل سے روایت کرنے والا عیسی بن عمر ہے، اس کا ذکر بھی ہو گیا۔

(۳)......عیسی بن عمر سے روایت کرنے والا عبیداللہ بن موسیٰ عبسی کوفی ہے، یہ امام بخاری کا استاذ ہے، ذہبی فرماتے ہیں بذات خود ثقہ ہے لیکن جلا بھنا شیعہ ہے، ابوحاتم کہتے ہیں سچا، ثقہ حسن الحدیث راوی ہے، ہاں ابونعیم اس سے زیادہ مضبوط ہے، ابن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے، عجلی فرماتے ہیں: ثقہ ہے، قرآن کا علم رکھنے والا ہے علم قرآن میں سردار ہے، ابوداؤد کہتے ہیں جلا بھنا شیعہ ہے (مگر) اس کی حدیث درست ہوتی ہے۔

(۴)......عبیداللہ سے سفیان بن وکیع روایت کرتے ہیں، سفیان بن وکیع بن جراح رواسی کوفی پر جرح ہوئی ہے، ابن حجر کہتے ہیں سچا راوی ہے لیکن اس کا جو وراق تھا اس کی وجہ سے آزمائش میں پڑا کہ وراق نے اس کے ذمہ وہ لگا دیا جو اس کی حدیثیں نہ تھیں تو اس کو نصیحت کی گئی لیکن نہ مانا تو اسکی حدیث ساقط

ہوگئی، ابن حبان نے بھی کہا شیخ فاضل سچا تھا لیکن وراق کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہوا، امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے (کتاب الدعوات، ترمذی) تو اس روایت کی سند کمزور ہے۔

امام ہیثمی طبرانی سے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

رواہ البزار والطبرانی باختصار ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر فطر بن خلیفة وھو ثقة. [مجمع الزوائد: ۹/۱۶۹] اس کو بزار اور طبرانی نے اختصار کے ساتھ روایت کیا، اور طبرانی کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے فطر بن خلیفہ کے اور فطر ثقہ ہے۔

اگر مان لیا جائے کہ اس روایت کی سب سندیں ضعیف ہیں، تو محدثین کا اصول ہے کہ کسی روایت کی متعدد سندیں ہوں تو وہ سندیں ایک دوسرے کو قوی کرتی ہیں، ممکن ہے کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے مجموعہ اسناد کو دیکھ کر اس کو صحیح سمجھا ہو، پھر اگر صحیح نہ مانی جائے تو کم از کم ہر طرح روایت ضعیف ہی ہوئی موضوع تو نہیں ہوسکتی، اور ضعیف حدیث فضائل میں لی جاتی ہے، اور چوں کہ حدیث کی صحیح توجیہ بیان کردی گئی ہے اس لیے یہ حدیث شیعہ نظریہ کی تائید نہیں کرتی۔

ایک اور حدیث کی وجہ سے امام حاکم پر رافضی ہونے کا طعن:

قاضی طاہر علی صاحب نے ایک اور حدیث کی وجہ سے بھی امام حاکم کو رافضی ثابت کرنا چاہا کہتے ہیں:

''حدیث **أفضل من أعمال أمتي إلى يوم القيامة** اور حدیث طیر کی رو سے اَب رافضی کے لقب کے بھی بجا طور پر مستحق ہوگئے ہیں۔ [علمی محاکمہ: ۴۵۷]

حدیث طیر پر بحث ہوچکی ہے، اور حدیث مبارزت علی کیا ہے جس سے امام حاکم رافضی بنائے گئے۔

غزوہ خندق کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبد ود کو سخت حملہ سے مار ڈالا تو مستدرک میں روایت ہے کہ اس کارنامہ پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لمبارزة علی بن ابی طالب لعمرو بن عبد ود یوم الخندق أفضل من أعمال أمتي إلى يوم القيامة.** [مستدرک: ۳/۳۲] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خندق کے دن عمرو بن عبد ود سے مقابلہ تا قیامت میری امت کے اعمال سے افضل ہے۔

اول تو امام حاکم نے اس روایت کو بیان کر کے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، علامہ ابن حجر نے **اتحاف المھرة** [۱۳/۳۳۱ رقم ۱۶۷۹۸] میں فرمایا کہ یہ روایت من گھڑت ہے، ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اس کے تحت لفظ فرمائے: **قبح اللہ رافضیًا افتراہ،** اللہ اس رافضی کا برا کرے جس نے اس کو گھڑا ہے۔

قاضی صاحب نے امام حاکم کو رافضی قرار دینے کے لیے امام ذہبی کے اِنہی الفاظ کا سہارا لیا۔

حالانکہ امام ذہبی **رافضیًا** کہہ کر امام حاکم کو رافضی نہیں کہہ رہے کیوں کہ ذہبی خود امام حاکم کے رافضی ہونے کی نفی کر چکے ہیں۔ [**تذکرۃ الحفاظ**: ۱۶۶/۳۔اور تذکرۃ الحفاظ تلخیص المستدرک کے بعد لکھی ہے] بلکہ جس رافضی نے اس حدیث کو گھڑا ہے اُسی رافضی کو بددعا دے رہے ہیں، اس لیے قاضی صاحب کا اس کو سہارا بنانا غلط اور **توجیہ القول بمالا یرضیٰ به القائل** کے قبیل سے ہے۔

دوم: حاکم نے محض ذکر کیا ہے اور محض ذکر جرم ہے تو امام دیلمی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے [**الفردوس بمأثور الخطاب ،باب اللام** :۴۵۵/۳، رقم ۵۴۰۶] اور خطیب بغدادی نے اپنی سند سے (جو حاکم کی سند سے الگ ہے) تاریخ بغداد [۵۴۶/۱۴] میں ذکر کیا تو کیا امام دیلمی اور خطیب بغدادی بھی رافضی ٹھہرے؟

سوم: اگر روایت کی کچھ حیثیت ہو تو یہاں بھی مغالطہ اسم تفضیل کے صیغہ کی وجہ سے ہو رہا ہے، اور اس کی توجیہ حدیث طیر میں مذکور توجیہ کی طرح ہوگی، یعنی امت قیامت تک جو افضل اعمال کرے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ بھی ان افضل اعمال میں شامل ہے، نہ یہ کہ سب عمل کرنے والوں کے اعمال سے بڑھیا عمل ہے، تو وہ اس عمل کی وجہ سے خلفاء ثلاثہ سے افضل نہ ہوئے۔

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے انحراف:

اب رہی قاضی صاحب کی یہ بات کہ امام حاکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے والوں سے منحرف ہیں، لہٰذا رافضی ہیں۔ تو اس بارے میں ایک حوالہ ہمیں یہ ملا کہ امام ذہبی فرماتے ہیں: **هو معظم للشيخين بيقين ولذى النورين ،وانماتكلم فى معاوية فأوذى** [**سیر اعلام النبلاء** : ۵۷۶/۱۲] امام حاکم حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی تعظیم واحترام کرتے ہیں، بس انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بات کی تو اُن کو ستایا گیا۔

اب وہ کیا بات کی؟ اس کا ذکر قاضی صاحب کو ملے تو نقل کریں، آخر مطلق بات کرنے سے نہ آدمی رافضی بنتا ہے نہ شیعہ، ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہوگا اور یہی کہتے ہوں گے اور کہنے پر مُصر ہوں گے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مقابلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء پر تھے، یہ بول تو آدمی کو رافضی نہیں بناتا بلکہ یہ تو اہل حق اہل السنّت والجماعت کا مسلک ہے، مگر چوں کہ قاضی طاہر علی صاحب کو اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ اتفاقی مسلک منظور نہیں ہے، اس لیے قاضی صاحب اس کو لے کر امام حاکم کو رافضی بنادینے پر مُصر ہیں، اس پر بحث اگلے صفحات پر ہوگی ان شاء اللہ۔

قاضی صاحب نے امام ذہبی وغیرہ سے جو حضرت معاویہ اور ان کے گھرانے سے انحراف کا حوالہ

ذکر کیا، اُس انحراف سے بھی امام حاکم کو رافضی بناتے ہیں، کہتے ہیں کہ: ''لغت میں انحراف کا معنی یہ ہے کہ برگشتگی، روگردانی، اعراض، عدول حکم، نافرمانی، انکار، سرکشی، بغاوت، مخالفت'' یہ لکھ کر کہتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم حضرت معاویہ سے اعلانیہ و برملا برأت کا اظہار کرتے تھے، اور یہ انحراف ومخالفت بھی انتہائی درجہ کی تھی، امام ذہبی کے قول میں **کان منحرفاً غالیاً** کے الفاظ ہیں جو شدید درجہ کا بغض ظاہر کرتے ہیں۔[علمی محاکمہ: ۴۷۳]

انحراف کا یہ معنی اردو لغت سے نکال کر بس کہہ دیا کہ: جی دیکھو! جب لغت یہ معنی بتا رہی ہے تو ظاہر ہوا کہ امام حاکم کا انحراف یہی تھا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سبّ اور تبرا کرتے تھے (اور ظاہر ہے کہ صحابہ پر تبرا رافضی کرتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حاکم رافضی تھے۔) قاضی صاحب کا لغت سے انحراف کا معنی متعین کر کے امام حاکم کو رافضی بنانا ایسا ہوگا جیسے شیعہ سبّ کا لفظ حدیث سے نکال کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ناصبی بناتے ہیں، کہتے ہیں کہ: مسلم شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا: **مامنعک ان تسُبَّ أباالتراب الحدیث (مسلم ۲/۲۷۸)** آپ کو کس چیز نے روکا ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سَبّ نہیں کرتے۔

ظاہر ہے کہ استفہام تقریری ہے یعنی آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سَبّ کرو، تو جو شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سَبّ کرو وہ خود بھی سَب کرتا تھا، اور سَبّ کا معنی لغت میں برا بھلا کہنا، گالی دینا ہے، معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیتے اور دینے کا حکم کرتے تو وہ ناصبی ہوئے، **لاحول ولاقوة إلاباللہ** ؟ تو کیا اس طرح لغت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ناصبی ثابت کرنا درست ہوگا؟ ہرگز نہیں! اسی طرح لغت سے اتنے بڑے محدث کو رافضی ثابت کرنا بھی درست نہیں ہوگا، بلکہ صحیح ثبوت سے ان کے انحراف کو متعین کرنا ضروری ہے، عربی لغت میں انحراف کا معنی ایک طرف جھکاؤ اور میلان ہے، ان کا زیادہ جھکاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہوگا، بہرحال مستدرک حاکم سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اور ان کے لشکر کو خطاء پر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان جنگوں میں صواب پر ہونا ثابت کرتے ہیں، بس یہی نظریہ اُس وقت کے اُمویوں کو برداشت نہ تھا تو انہوں نے امام حاکم کا رافضی ہونا مشہور کیا۔

قاضی طاہر صاحب کی افسانہ نویسی:

قاضی صاحب نے اپنی کتاب میں ایک حکایت لکھی ہے کہ:

''عبدالرحمٰن (صحیح ہے ابوعبدالرحمٰن) سلمی امام حاکم کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے

درخواست کی کہ حضرت! لوگوں کا بس یہی مطالبہ ہے کہ اگر آپ باہر تشریف لا کر (آگے قاضی جی کی افسانہ نویسی کا نظارہ ہے [ناقل]) اپنے اس تبرا شریف سے معذرت کر دیں اور اس شخص (یعنی حضرت معاویہ) کی شان میں کوئی حدیث بیان کر دیں تو اس محصوری کی تکلیف سے راحت پالیں، لیکن ۔۔۔۔۔۔۔ دومرتبہ بآ نگ دہل فرمایا، نہیں ایسا نہیں ہوسکتا، میرے دل میں اس شخص (معاویہ) کی محبت نہیں آرہی ۔ (آگے قاضی جی کی تقریر ہے اصل کتابوں میں نہیں ہے [ناقل]) یہ خطی ہے، اس نے مولا علی کے خلاف جنگ کی ۔۔۔۔ (ساری تقریر نقل کرنے کی ضرورت نہیں، اور وہ کسی کتاب کی عبارت کا ترجمہ نہیں قاضی جی کی مجلس وعظ ہے۔ [ناقل]) [علمی محاکمہ: ۴۷۴]

لیجیے! قاضی جی اپنی طرف سے کیسی بے اصول ترجمانی کرتے ہیں؟ اور کیسے ترجمے کرتے ہیں، یہاں امام حاکم کے لفظ ہیں: لایجیء من قلبی ،لایجیء من قلبی ، اس کا ترجمہ کیا'' میرے دل میں اس شخص (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کی محبت نہیں آرہی ، اور اسی ترجمہ پر ان کا دعوی ثابت ہورہا ہے، اول تو اس روایت کے بارے میں امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''والغالب على ظنى أن ماعزى إلى أبى عبدالرحمن السلمى كذب عليه ولم يبلغنا أن الحاكم ينال من معاوية ولايظن ذلک فيه، وغاية ماقيل فيه الافراط فى ولاء على كرم الله وجههٗ ومقام الحاكم عند نااجل من ذلک وأما ابن كرام فكان داعية إلى التجسيم لاينكر أحد ذلک، ثم إن هٰذه حكاية لايحكيها إلاهٰذا الذى يخالف الحاكم فى المعتقد، فكيف يسع المرء بين يدى الله تعالىٰ أن يقبل قولهٗ فيها أو يعتمد على نقلهٖ.

[طبقات الشافعيه الكبرىٰ للسبكى :۱۶۳/۴] میرا غالب گمان یہ ہے کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی کی طرف جو یہ حکایت منسوب ہوئی یہ ان پر جھوٹ ہے، اور ہم تک یہ بات (صحیح) نہیں پہنچی کہ امام حاکم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہا ہو، اور نہ یہ بات ان کے حق میں گمان کی جاسکتی ہے، زیادہ سے زیادہ جو ان کے بارے میں کہا جاسکتا ہے وہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کی محبت میں افراط ہے، اور امام حاکم کا مرتبہ ہمارے نزدیک ایسی بات سے بلند ہے (وہ نہیں کہہ سکتے) اور ابن کرام تو فرقہ مجسمہ کی طرف داعی تھا (جن کے لوگوں کا گروہ امام حاکم کو باہر نہ نکلنے دیتا اصل عقیدہ کا اختلاف تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر بہانہ بنایا) اس کا کوئی بھی منکر نہیں، پھر یہ ایسی حکایت ہے جس کو ایسا شخص نقل کرتا ہے جو عقیدہ میں امام حاکم کا مخالف ہے تو آدمی کے لیے اللہ کے سامنے کیسے گنجائش ہوگی کہ ایسے کا قول اِس حکایت میں مان لے یا اس کی نقل پر اعتماد کرے؟''

دوم: اگر یہ حکایت صحیح ہو اور اس کا وہ مطلب ہو جو قاضی صاحب نکالتے ہیں، تو (بشرط ثبوت) علم

اصول حدیث اور علم اسماء الرجال رکھنے والے امام ذہبی وغیرہ محدثین امام حاکم سے رفض کی نفی کیوں کرتے ہیں؟ اس پر قاضی جی کے پاس اِن محدثین پر حیرانگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سوم: **لا یجیء من قلبی** کا یہ معنیٰ قاضی جی کے امام حاکم کے ساتھ بغض کو ظاہر کرتا ہے '' میرے دل میں اس شخص کی محبت نہیں آسکتی '' **لا یجیءُ** کا صلہ **مِنُ** آیا اور مِن صلہ آنے سے اس کا ترجمہ نہ آنا نہیں ہوتا، نہ نکلنا اور نہ ظاہر ہونا ہوتا ہے **لا یجیء** کی ضمیر فاعل کا مرجع قاضی جی نے محبت بنایا جس کا پہلے کچھ ذکر نہیں آیا، صحیح ترجمہ اس طرح بنے گا: میرے دل سے وہ نہیں ظاہر ہوتا، یا نہیں نکلتا۔'' کیا ظاہر نہیں ہوتا؟ یعنی جو مقصود اِن لوگوں کا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صواب پر کہوں اس کا اظہار میرے دل سے نہیں ہوسکتا، اَب اس میں کونسا تبرا ہے؟ خوامخواہ امام حاکم رحمہ اللہ کو رافضی بنا کے ہی چھوڑنا ہے تو بس دلیل ہو یا نہ کہہ دیں کہ وہ رافضی ہیں، کسی پر خوامخواہ الزام لگانے پر خدا تعالی کے ہاں جواب دہی کرنی ہوگی، سوچ لیجیے! روز قیامت کیا حجت پیش کریں گے؟

حدیث من کنتُ مولاہ فعلی مولاہُ کی تحقیق:

امام حاکم کی شیعیت کے ثبوت میں ایک بات یہ بھی کی گئی کہ انہوں نے حدیث بیان کی ہے: ''**مَن کنتُ مولاہ فعلیّ مولاہ.**'' گویا یہ حدیث صحیح ثابت نہیں، حالاں کہ یہ حدیث اُصول حدیث کے مطابق خبر واحد ہی نہیں حدیث متواتر ہے جس کا انکار شدید تر گمراہی کہا جاتا ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ جیسے عظیم محقق فرماتے ہیں کہ: جو حدیث دس سے اوپر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہو وہ متواتر ہوتی ہے۔[بیان القرآن:۱/۲] اور حدیث ''**من کنتُ مولاہُ فعلی مولاہ**'' بھی دس سے اوپر صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ یہ حدیث (۱) حضرت جابر بن عبداللہ، (۲) ابوایوب انصاری، (۳) سعد بن ابی وقاص، (۴) ابوہریرہ، (۵) براء بن عازب، (۶) بریدہ، (۷) ابوسریحہ یا زید بن ارقم (۸) ابن عباس (۹) خود حضرت علی (۱۰) عبداللہ بن عمر (۱۱) طلحہ (۱۲) حبشی بن جنادہ (۱۳) ابوسعید خدری (۱۴) ابو بسطام مولیٰ ابی اسامہ (۱۵) مالک بن الحویرث (۱۶) انس بن مالک (۱۷) عمر بن خطاب (۱۸) حبیب بن ابی ثابت (۱۹) عباس بن عبدالمطلب (۲۰) ذی مر (۲۱) عمارہ (۲۲) جریر (۲۳) جندع انصاری (۲۴) حذیفہ بن اسید وغیرہم رضی اللہ تعالی عنہم سے منقول ہے، امام احمد سے منقول ہے کہ یہ حدیث تیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، اس لیے علامہ محمد بن جعفر کتانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر شمار کیا ہے، اور فرمایا کہ علامہ عبدالرؤف مناوی نے علامہ سیوطی کی تیسیر اور شارح مواہب لدنیہ سے اس کا متواتر ہونا نقل کیا ہے، اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو ترمذی، نسائی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی بہت

زیادہ سندیں ہیں، ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب میں ان سندوں کو جمع کیا ہے، اور اس کی اکثر سندیں صحیح یا حسن ہیں۔[نظم المتناثر :۱۹۴،۱۹۵ رقم ۲۳۲] امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے (تاریخ الاسلام:۱۴/۳۳۸) اس حدیث کی مختلف سندوں کو جمع کرنے کے لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے مستقل رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے (رسالة فی طرق من کنت مولاہ فعلی مولاہ) علامہ محمد بن اسماعیل بن صلاح الحسنی الکحلانی (م ۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں ائمہ نے اس حدیث کو متواتر شمار کیا ہے (توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار ۱/۲۱۹، اصول الفقہ المسمی اجابة السائل شرح بغية الآمل:۹۸)

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سند کے راوی مطلب بن زیاد اور عبداللہ بن محمد بن عقیل سچے راوی ہیں اور حضرت جابر صحابی ہیں رضی اللہ عنہ، یہ ثلاثی حدیث ہے، اس کو امام ذہبی حدیث حسن کہتے ہیں۔

اور حضرت ابن عباس و بریدہ رضی اللہ عنہم کی سند کے راوی فضل بن دکین، عبدالملک بن حمید ابن ابی غنیّۃ، اور حکم بن عتیبہ کندی اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ ثقہ اور فقہاء صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

اور ترمذی میں ابوسریحہ یا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی حدیث کے راوی محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، سلمہ بن کہیل ثقہ وصحاح ستہ کے راوی ہیں اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں (تقریب) یہ صرف تین سندوں کا حال ذکر کردیا، جب یہ حدیث متواتر ہوئی تو متواتر حدیث کی سندوں پر بحث کی ضرورت نہیں ہے، یہ کوئی کمال اور تحقیق نہیں بلکہ بے بسی کی دلیل ہوتی ہے کہ جواب نہ بنے تو صحیح حدیث کو من گھڑت یا ضعیف ثابت کرنے پر زور صرف کیا جائے، ہاں کسی طرح نصوص میں موافقت نہ رہے اور صحیح توجیہ نہ بن سکے تو محقق اور راسخ فی العلم صاحب بصیرت کے لیے حدیث پر ایسی گفتگو کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

رہی یہ بات کہ شیعہ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلافصل کی دلیل لیتے ہیں تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ جواب آسان ہے کہ اس حدیث کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوجاتا ہے کہ اس حدیث میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کی ترغیب ہے، مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ بلافصل نہیں ہے، ورنہ نبی کریم ﷺ کس کے خلیفہ بلافصل ہے من کنت مولاہٗ کے مطابق کیا نبی کریم ﷺ ہر مؤمن کے خلیفہ بلافصل ہیں کہ فعلی مولاہ سے ہر مؤمن علی کو خلیفہ بلافصل مانے؟ ہرگز نہیں بلکہ مولیٰ بمعنی محبوب (محبت کیا ہوا) تو حضور ﷺ جس کے محبوب ہیں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے محبوب ہونے چاہییں، اب اس میں کیا اشکال رہا اور شیعہ کے استدلال کی کیا گنجائش رہی؟

ایک بحث یہ رہ گئی کہ امام حاکم جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کو خطاء پر کہتے ہیں، اس

بارے اہل سنت کا عقیدہ کیا ہے اور کیا امام حاکم اس سے رافضی ٹھہرتے ہیں اور کیا یہ بھی سَبّ میں داخل ہے؟ یہ بحث آگے مستقل عنوان میں ذکر ہوگی ان شاء اللہ، اُسی سے حقیقت کا انکشاف ہو کر امام حاکم سے رافضیت کی تہمت صاف ہو جائے گی۔ان شاء اللہ، ذرا انتظار فرمائیں۔۔۔!!

آمدم برسر مطلب:

بات حدیث کلاب حوأب سے چلی تھی، مذکور بحث سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث کلاب حوأب کی صحت کا مدار مستدرک حاکم کی روایت پر نہیں ہے، امام حاکم کچھ بھی ہوں حدیث کلاب حوأب کی متعدد سندیں ہیں اور بالکل صحیح ہیں۔

حدیث کلاب حوأب کا مصداق کون؟

قاضی طاہر علی صاحب نے کہا کہ اگر بالفرض حدیث کلاب حوأب صحیح ہو، تو اس کا مصداق ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نہیں ہیں بلکہ ام زمل سلمی ہیں، لیکن عجیب بات تو یہ ہے کہ طبری کی جس روایت سے ام زمل کو مصداق بناتے ہیں، وہ روایت اس قابل نہیں کہ صحیح مانی جائے، یہ صاحب کمزور اخباری راویوں کی روایات لے رہے ہیں اور ثقہ راویوں کی روایات رد کر رہے ہیں، بیشک روافض کی مخالفت بتقاضائے ایمان عین ایمان ہے، مگر یہ کیسے درست ہے کہ ان کی مخالفت اور رد میں طرز اُنہی کا لے لیا جائے؟ اِس بارے میں منقول طبری کی روایت ذرا بھی درست نہیں ہے، صحیح یہی ہے اور اپنی طرف سے صحت کا دعویٰ نہیں بلکہ خود حدیث نبوی سے اور محدثین وشارحین حدیث سے منقول اور ثابت ہے کہ حدیث کلاب حوأب کا مصداق حضرت ام المؤمنین سیدتنا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

حدیث کلاب حوأب کا مصداق حضرت سیدہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ہیں:

چاہے قاضی صاحب کا ام زمل سلمٰی کو حدیث کا مصداق بنانا کتنے ہی خلوص پر مبنی ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ حدیث کا مصداق ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں۔کیوں؟

اول: اس وجہ سے کہ خود حدیث کلاب حوأب میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ام زمل مصداق نہیں بن سکتیں، مثلاً **قال لھا** (حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا) **قال لنا** (ہم ازواج مطہرات کو فرمایا) **قال لأزواجہٖ** ،**قال لنسائہٖ** (اپنی بیویوں کو فرمایا) **کان یوم من السَّنة تجمع فیہ نساء النبی** ﷺ **عندہٗ قال رسول** ﷺ **وھو عند أزواجہٖ لیت شعری أیتکن تنبحھا کلاب الحوأب.** (سال میں ایک دن ہوتا تھا جس میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نبی کریم ﷺ کے پاس جمع ہوتیں تو بیویوں کے پاس موجودگی کے وقت آپ نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم

میں سے کونسی ہوگی جس کو حوأب کے کتے بھونکیں گے)**لعلک صاحبة الجمل الادبب تنبحها کلاب الحوأب** (اے عائشہ! شاید تو بکثرت بالوں والے اونٹ کی سوار ہے جس کو حوأب کے کتے بھونکیں گے)[**معجم مااستعجم من أسماء البلاد والمواضع**] یہ متعدد روایات کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مخاطب آپ کی ازواج مطہرات تھیں اور ام زمل ازواج میں سے نہیں تھی۔

خود ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **إنی لهيه، أنا والله صاحبة ماء الحوأب.** میں اللہ کی قسم اس بیوی کا مصداق بن گئی ہوں۔(جس پر حوأب کے کتے بھونکے)[**امتاع الاسماع،البداية**]

دوم: ہمارے اکابرین اسلاف بھی یہی سمجھے ہیں کہ حدیث کلاب حوأب کا مصداق ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ہیں۔

امام سیوطی نے حدیث کا عنوان دیا **نبح الكلاب على بعض أزواجه.** (کتوں کا نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج مطہرات پر بھونکنا) [**مناهل الصفا**]

امام بیہقی نے عنوان دیا **ماجاء فی أخباره بأن واحدة من أمهات المؤمنين تنبح عليها كلاب الحوأب.** (باب اس بیان میں جو آپ ﷺ نے خبر دی کہ امہات المؤمنین میں سے ایک پر حوأب کے کتے بھونکیں گے)[**دلائل النبوة**]

امام قاضی عیاض نے عنوان دیا **وبنباح كلاب الحوأب على بعض أزواجه** (آپ ﷺ نے خبر دی بعض ازواج مطہرات پر حوأب کے کتے بھونکنے کی)اور فرمایا **فنبحت على عائشة عند خروجها إلى البصرة** (تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس وقت کتے بھونکے جب وہ بصرہ کی طرف نکلیں)[الشفاء ومن ذلك ما اطلع عليه من الغيوب]

علامہ تقی الدین مقریزی (م۸۴۵ھ) نے یوں ذکر کیا **وأما صدق أخباره ﷺ بأن إحدىٰ نسائه تنبح عليها كلاب الحوأب.** (اور آپ ﷺ کی اس خبر کا سچا ہونا کہ آپ ﷺ کی ایک بیوی پر حوأب کے کتے بھونکیں گے)اور ذکر فرمایا:**(وأنذر) إن بعض نسائه تنبحها كلاب الحوأب** (آپ ﷺ نے ڈرایا کہ آپ ﷺ کی بعض بیویوں پر حوأب کے کتے بھونکیں گے)[**امتاع الاسماع**]

امام طحاوی نے عنوان دیا **ماروى عن رسول الله ﷺ من قوله لنسائه** (باب اس کے بیان میں جو منقول ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو فرمایا کہ ایک پر حوأب کے کتے بھونکیں گے)[**شرح مشكل الآثار**]

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری رحمہ اللہ شرح شفاء میں فرماتے ہیں: **ومما أخبر به ﷺ من المغيبات نباح كلاب الحوأب على بعض ازواجه يعنى عائشة رضى الله عنها.**

[**نسیم الریاض :۱۶۵/۳**] آپ ﷺ نے جن غیب کی باتوں کی خبر دی ان میں سے ایک آپ ﷺ کی بعض بیویوں پر جس سے آپ ﷺ کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں حوأب کے کتوں کا بھونکنا ہے۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ مراد ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں [شرح شفاء:۱۶۵/۳،۱۶۶]

یہ سب عبارات اس بارے میں واضح ہیں کہ حدیث حوأب کا مصداق نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے بعض یعنی ام المؤمنین سیدتنا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

ام زمل کے مصداق بننے کی روایت کی حیثیت:

جس روایت کے سہارے قاضی جی نے ام زمل کو حدیث حوأب کا مصداق بنایا وہ روایت تاریخ کی مختلف کتابوں میں ذکر ہے، باسند صرف طبری میں ہے باقی کتابوں میں بے سند ہے، طبری میں ہے: **قال السری حدثنا شعیب عن سیف عن سهل و أبی يعقوب قال....** سیف سہل وابویعقوب سے روایت کرتے ہیں کہ سہل وابویعقوب کا بیان ہے کہ غطفان کے مفرور ظفر آئے یہاں ام زمل سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ بن بدر تھی، یہ اپنی ماں ام قرفہ بنت ربیعہ بن فلاں بن بدر کے مشابہ تھی، ام قرفہ مالک بن حذیفہ کے پاس تھی کہ اس کے فلاں فلاں۔۔۔۔ بچے ہوئے، یہ بھگوڑے اس سلمی کے پاس جمع ہوئے جو عزت میں ماں جیسی تھی، اس کے پاس ام قرفہ کا اونٹ تھا، یہ لوگ اس کے پاس ٹھہرے تو اس نے اِن کو غیرت دلائی اور جنگ کا حکم دیا، قبائل میں گھومی اور حضرت خالد بن ولید کے خلاف جنگ کی دعوت دیتی تھی، تو لوگ جمع ہوگئے اور دلیری کرنا چاہی، ہر طرف سے جدا ہونے والے یہاں آگئے، یہ ام زمل ام قرفہ کے زمانہ میں قید ہوئی تھی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملی تھی، اُنہی کے پاس رہا کرتی تھی، پھر قوم کے پاس واپس ہوگئی تھی، نبی کریم ﷺ ایک دن اِن عورتوں پر داخل ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا بیشک تم میں سے ایک حوأب کے کتے بھونکائے گی، تو یہ کام سلمیٰ نے کیا جب مرتد ہوئی۔۔۔۔[**تاریخ الطبری:۲۶۴/۳،ذکر ردة هوازن وسليم وعامر،معجم البلدان:۳۱۴/۲،تاریخ ابن خلدون:۴۹۸/۲**]

حدیث کلاب حوأب حدیث نبوی ہے، اور قاضی جی قاضی ہونے کی لاج نہ رکھتے ہوئے اس کو حدیث کی کتابوں کے بجائے تاریخ اور جغرافیہ کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں، یہ کیا انصاف ہے؟ پھر دیکھیں کہ اس کہانی کے شروع میں راوی ذکر ہیں کہ سری سیف سے اور سیف سہل وابویعقوب سے روایت کررہا ہے۔

(۱)......اس میں ابوعبیدہ سَرِی بن یحییٰ بن السری بن مصعب تمیمی کوفی ہناد بن السری کے بھتیجے

ہیں،اُن کی تعریف کی گئی ہے ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا،ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ذکرکیااور فرمایا سچا راوی ہے۔[رجال الحاکم فی المستدرک رقم ۱۵۱۷]

(۲)......وہ شعیب بن ابراہیم تمیمی سے روایت کرتے ہیں ،اور شعیب بن ابراہیم تمیمی کوفی جوسیف کی کتابوں کا راوی ہے مجہول ہے۔[میزان الاعتدال:۲/۲۷۵،رقم ۳۷۰۴، المغنی فی الضعفاء: ۱/۴۶۹،رقم ۲۷۶۹]

(۳)......شعیب بن ابراہیم سیف بن عمر سے روایت کرتا ہےاور سیف بن عمر تمیمی ضبی کوفی سب محدثین کے ہاں مجروح ہے،امام ابن معین ،نسائی، دار قطنی ضعیف کہتے ہیں۔ابوحاتم اور دار قطنی کہتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ابن حبان کہتے ہیں:مضبوط راویوں سے من گھڑت روایتیں کرتا ہےاور محدثین نے کہاحدیث گھڑتا ہے۔حاکم وابن حبان کہتے ہیں: زندیقیت سے متہم ہے۔[تہذیب التہذیب]امام ذہبی فرماتے ہیں:بالاتفاق متروک ہے۔[المغنی فی الضعفاء:۱/۴۶۰،رقم ۲۷۱۶]ابوداؤد کہتے ہیں: لیس بشیء (بے حیثیت)ہے،ابن عدی کہتے ہیں: اس کی اکثر روایات منکر ہیں۔جمیع فرماتے ہیں:حدیثیں گھڑتا تھا اورزندیقیت سے متہم ہے۔[میزان الاعتدال:۲/۲۵۵،۲۵۶]

(۴)......اور سیف بن عمر سہل وابویعقوب سے روایت کرتا ہے، یہ سہل بن یوسف بن سہل بن مالک انصاری ہے،علامہ ابن حجر کہتے ہیں مجہول الحال ہے،ابن عبدالبر کہتے ہیں نہ سہل معروف ہے نہ اس کا باپ[لسان المیزان:۳/۱۲۲]اور ابویعقوب سعید بن عبید بھی مجہول راوی ہے۔[المعجم الصغیر لرواۃ الامام ابن جریر:۱/۱۹۷]

اس لیےعلامہ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **والحوأب ایضًا اسم مخلاف بالطائف قتلت فیہ سلمیٰ المرادیۃ عتیقۃ عائشۃ وقیل ایضًا انہا المرادۃ بالحدیث ایضاً لأنہاکانت مع نسائہٖ ﷺلماحدثہن بہٖ کمافی المعجم والصحیح خلافہٗ لمایأتی فی بقیۃ الحدیث.** [نسیم الریاض :۳/۱۶۶] اور حوأب طائف میں بھی ایک علاقے کا نام ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزادکردہ باندی سلمیٰ مرادیہ قتل کی گئی،اور کہا گیا کہ حدیث کلاب حوأب سے مراد بھی وہی ہے کیوں کہ جب نبی کریم ﷺ نے ازواج مطہرات کو یہ حدیث بیان کی سلمیٰ ازواج مطہرات کے ساتھ تھی جیسا کہ معجم میں ہے لیکن صحیح اس کے خلاف ہے۔

(کہ حدیث سے سلمیٰ مراد نہیں)اس مضمون کی وجہ سے جو حدیث میں آگے آرہا ہے۔

اہل حدیث عالم جناب ناصرالدین البانی لکھتے ہیں:

''وفی معجم البلدان مادۃ حوء ب أن صاحبۃ الخطاب سلمیٰ بنت مالک

الفزارية وكانت سبية وهبت لعائشة وهى المقصودة بخطاب الرسول الذى زعموه وقد ارتدت مع طليحة وقتلت فى حروب الردة ومن العجيب ان يصرف بعض الناس هٰذه القصة إلى السيدة عائشة ارضاء لبعض الأهواء العصبية ،''.....(قال الالبانى)وفى هٰذا الكلام مؤاخذات (وفيه)وثوقه بماجاء فى معجم البلدان بدون اسناد ومؤلفه ليس من أهل العلم بالحديث وعدم وثوقه بمسند الإمام أحمد وقد ساق الحديث بالسند الصحيح ولابتصحيح الحافظ النقاد الذهبى لهٗ ،الرابعة جزمهٗ أن صاحبة الخطاب سلمىٰ بنت مالک ..بدون حجة ولابرهان سوى الثقة العمياء بمؤلف المعجم ..وبمثل هٰذه الثقة لايجوز أن يقال قال رسول اللهﷺ لسلمىٰ بنت مالک كذا وكذا،الخامسة: إن الخبر الذى ذكرهٗ ووثق بهٖ لايصح من قبل اسنادهٖ بل واه جدًا. [سلسلة الأحاديث الصحيحة:۸۵۲،۸۵۱/۱](استاد صدیق کہتا ہے) معجم البلدان میں مادہ حوأب میں ہے کہ حضور ﷺ کی مخاطب سلمیٰ بنت مالک فزاریہ ہے، یہ قیدی ہوئی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملی تھی وہی حضور ﷺ کے اس خطاب سے مقصود تھی جو راویوں نے بیان کیا، اور وہ طلحہ کے ساتھ مرتد ہوئی، ارتداد کی جنگوں میں ماری گئی ،عجیب بات یہ ہے کہ بعض لوگ اس قصہ کو بعض عصبی خواہشات کو پسند کرتے ہوئے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پھیرتے ہیں (البانی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:) اس کلام میں کئی قابل گرفت باتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ معجم البلدان میں جو بغیر سند کے آیا اور اس کا مصنف حدیث کا علم رکھنے والا نہیں اس پر (قائل نے) اعتماد کیا اور مسند احمد پر اعتماد نہیں کیا، حالاں کہ انہوں نے صحیح سند کے ساتھ حدیث بیان کی، اور نہ قائل نے حافظ نقاد ذہبی کے صحیح قرار دینے پر اعتماد کیا، اور یقین کر لیا کہ مخاطب سلمیٰ ہے جب کہ نہ کوئی حجت نہ دلیل ہے، صرف معجم بلدان کے مصنف پر اندھا اعتماد ہے، حالاں کہ ایسے اعتماد سے یہ کہنا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمیٰ بنت مالک کو یوں فرمایا، پھر جو خبر ذکر کی اور اس پر اعتماد کیا سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے بلکہ بہت ہی واہی ہے۔''

دیکھیں کہ قاضی صاحب کی حجت روایت کا یہ حال ہے، جس پر مدار رکھ کر نبی کریم ﷺ کی حدیث کی مراد بدل ڈالی ،ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہوا اور اس سے آپ ﷺ کی جو مراد ہوا اور وہ ظاہر بھی ہو اس سے پھیرنا حدیث نبوی میں تحریف معنوی کے زمرہ میں داخل ہے جس میں کچھ شبہ نہیں، اور ایسا کرنے والا نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنے والا ٹھہرتا ہے، جو بہت بڑا جرم ہے۔

قاضی جی کی خیانت:

قاضی صاحب نے ام زمل کے مصداق ہونے کے لئے زرقانی شرح مواہب کا حوالہ بھی

دیااورظاہر کیا کہ زرقانی شرح مواہب میں بھی ہے کہ حدیث حوأب کا مصداق ام زمل ہے، قاضی صاحب نے علمی میدان میں بڑی خیانت کی ہے، نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے: **کبرت خیانةً أن تحدث أخاک هولک مصدق وأنت بہ کاذبٌ.** [الجامع الصغیر رقم ۶۲۱۵ مسند احمد وطبرانی وغیرہ] یہ بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی کو ایسی بات کہے کہ اس میں وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو اور تو اس کو جھوٹ بول رہا ہو۔

قاضی صاحب نے شرح زرقانی کو اپنا مؤید ظاہر کیا حالاں کہ شرح زرقانی میں ہے: **وقیل المراد بالحوأب مخلاف بالطائف قتلت بہ سلمی مولاة عائشة وکانت مع نسائه لماحدثهن بذلک وهٰذا لایصح لأنه صرح بأنها تنجو و تلک قتلت....** [شرح الزرقانی: ۱۰/۱۴۶، طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت] اور یہ بھی کہا گیا کہ حوأب سے مراد طائف کا خاص علاقہ ہے جس میں سلمیٰ قتل ہوئی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ تھی، اور جب حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت وہ ازواج مطہرات کے ساتھ تھی (لیکن) یہ بات صحیح نہیں کیوں کہ آپ ﷺ نے خبر دی کہ وہ بچ جائے گی جب کہ سلمیٰ قتل ہوگئی۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حدیث کلاب حوأب کی مصداق ام زمل سلمیٰ ہے تو دونوں قسم کی روایات میں تعارض نہیں بلکہ تطبیق ہوسکتی ہے، اور وہ اس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلق فرمایا کہ اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے چنانچہ ان پر بصرہ کے راستہ میں موجود حوأب مقام کے کتے بھونکے، اور سلمیٰ کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ حوأب کے کتے بھونکائے گی (نہ کہ اس پر بھونکیں گے) چنانچہ اس نے طائف کے علاقے والے حوأب کے کتے یعنی مرتد لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھونکائے، اب تعارض والا اشکال بھی ختم ہوگیا، اور دونوں قسم کی روایات درست رہیں، اس بحث کے نتیجہ میں اس بارے میں آنے والی جتنی روایات ہوں سب صحیح ہوجاتی ہیں گو کسی کی سند میں ضعف بھی ہو مثلاً امام حاکم و بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

ذکر النبی ﷺ خروج بعض أمهات المؤمنین فضحکت عائشة رضی الله عنها فقال: أنظری یاحمیراء أن لاتکونی أنت... الحدیث نبی کریم ﷺ نے امہات المؤمنین میں سے کسی ایک کے باہر نکلنے کا ذکر فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنسیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے حمیراء دیکھنا وہ باہر نکلنے والی تو نہ ہونا۔

یہ حدیث مستدرک حاکم میں ہے اور حاکم نے **صحیح علی شرط الصحیحین** کہا مگر ذہبی نے فرمایا: اس کا راوی عبدالجبار بن الورد بخاری مسلم کا راوی نہیں اس لئے **صحیح علی شرط الشیخین** نہیں ہے، امام ابن عساکر نے **کتاب الأربعین فی مناقب أمهات المؤمنین** میں اس کو ذکر کرکے

حدیث حسن کہا ہے (۱۷) امام زرقانی شرح مواہب میں [۱۶/۷] فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے، محدثین کی جن عبارات میں ہے کہ حمیراء والی سب روایتیں من گھڑت ہیں، ان سے مستدرک کی اِس روایت کو مستثنیٰ کہا گیا ہے۔ [مصباح الزجاجة فی زوائدابن ماجه :۸۲/۳] سنن نسائی کبریٰ میں بھی ایک حدیث حمیراء کی سند صحیح ہے۔

اب ایک بات رہ گئی کہ جب حدیث کلاب حوأب کا مصداق حضرت ام المؤمنین سیدتنا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہو تو اس حدیث کو لے کر روافض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جنگ جمل میں غلطی ثابت کرتے ہیں کہ اس حدیث سے ان کا خطاء پر ہونا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق وصواب پر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اجماعی غلطی سے معصوم ہیں:

تو اس بارے میں یاد رکھیں کہ اہل السنّت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل وقول دو قسم کے ہیں، ایک انفرادی، دوسرے اجماعی، اجماعی قول وعمل میں صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم کہے گئے ہیں:

امام نووی شرح مسلم میں اور علامہ ابن حجر فتح الباری میں تین طلاق کے تین ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ صحابہ کا اجماع خطاء پر ہوا درست نہیں: **وهم معصومون من ذلک.** [**شرح مسلم :۴۷۸/۱،فتح الباری:۳۵۷/۱۰**] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خطاء پر اجماع سے معصوم ہیں۔

علامہ صدرالدین محمد بن علاؤالدین اذرعی صالحی دمشقی حنفی (م۷۹۲ھ) فرماتے ہیں: **وهم معصومون عن الاجتماع علی ضلال.** [**شرح العقیدة الطحاویة :۲۹۴**] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گمراہی پر اکٹھے ہونے سے معصوم ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وهم معصومون من الضلالة.** [**مرقات: ۴۵۵/۱،تحت رقم:۲۳۸**] صحابہ رضی اللہ عنہم گمراہی (پر اجماع) سے معصوم ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جمع قرآن کی بحث میں فرماتے ہیں: **وهم معصومون أن یجتمعوا علی الضلالة.** [الفتاوی الکبری :۴۱۹/۴، مجموعة الفتاوی :۳۹۷/۱۳] صحابہ رضی اللہ عنہم گمراہی پر اجماع کرنے سے معصوم ہیں۔

شیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ بن الفوزان شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے عقیدہ کی شرح میں فرماتے ہیں: **وأفرادهم لیسوا معصومین فقد یحصل من أفرادهم خطاء ولکن عندهم من**

الفضائل مايغطى هذا الخطاء أما إجماعهم فهم معصومون فيه فالصحابة معصومون بجماعتهم.[شرح عقيدة الإمام المجددمحمدبن عبدالوهاب :۱۰۴/۲] صحابہ رضی اللہ عنہم کے افراد(الگ الگ)معصوم نہیں ہیں، کیوں کہ کبھی کسی فرد سے خطاء ہوسکتی ہے،لیکن ان کے ایسے فضائل ہیں جوایسی خطاء کو چھپادیتے ہیں، رہاان کا اجماع تووہ اجماع میں (غلطی سے)معصوم ہیں توصحابہ رضی اللہ عنہم اجتماعی صورت میں معصوم ہیں۔

شیخ عبداللہ بن عبدالحمیداثری فرماتے ہیں:**وأهل السنة والجماعة يعتقدون بأن الصحابة معصومون فى جماعتهم من الخطاء ،وأما أفرادهم فغيرمعصومين.**[الوجيزفى عقيدة السلف الصالح أهل السنة والجماعة :۱۷۰/۱] اہل السنۃ والجماعۃ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماعی صورت میں خطاء سے معصوم ہیں،لیکن فرداً فرداً (الگ الگ)معصوم نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ جس مسئلہ یاعقیدے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہواوہ حق اورصواب ہے،اس میں خطاءاورگمراہی ہرگزنہیں ہے۔

کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے متعددفرامین میں ارشادفرمایا کہ میری امت گمراہی پرجمع نہ ہوگی، اوراللہ میری امت کوگمراہی پرجمع نہ کرے گا،اورامت کا پہلا اورکامل الایمان گروہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں وہ بطریق اولیٰ گمراہی اورخطاء پراجماع نہیں کرسکتے تھے۔

انفرادی رائے میں صحابی یاصحابیہ سے اجتہادی غلطی ہوسکتی ہے:

رہاانفرادی قول وعمل ؟تواس میں کسی صحابی یاصحابیہ سے خطاء ہوسکتی ہے ،فرداًفرداًکسی صحابی کومعصوم نہیں ماناجاسکتا،حضرات انبیاءکرام علیہم السلام کی شخصیات ہی معصوم ہیں،ان کے بعدکسی فردکومعصوم ماننادرست نہیں ماناگیابلکہ روافض کوکافرقراردینے کی وجوہات میں سے ایک وجہ بارہ ائمہ کومعصوم مانناہے، توجب اہل سنت اماموں کومعصوم ماننے پرروافض کوکافرقراردیتے ہیں توخوداہل سنت کسی فردکوکیسے معصوم مانتے ہیں؟ قاضی صاحب کی تحریرایساظاہرکرتی ہے کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہااورحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ معصوم تھے،ان سے خطاہوجانے کا کہناان کوسَبّ کرناہے،اورایسا کہنے والارافضی ہے،اس لیےامام حاکم بھی رافضی ہیں،**لاحول ولا قوة إلاباللہ،** آخرسوچنے کی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کےارشادات سےاوراہل حق کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ہرمجتہدخطاءبھی کرسکتاہےاوردرست رائےبھی سوچ سکتاہے، اورصحابہ رضی اللہ عنہم کےان دونوں فریق کے بڑے بھی مجتہدتھے،توان کےاجتہادمیں بھی صواب کے ساتھ خطاءکاصدوربھی ممکن ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **إذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فلهٗ أجران وإذا حكم فاجتهد فأخطأ فلهٗ أجر واحد.[الجامع الصغير: ٥٦٥]** جب کوئی فیصلہ کرنے والا (مجتہد) فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کر کے درست رائے پر پہنچے تو اس کے لئے دگنا اجر ہے، اور جب فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے اور خطاء کرے تو اس کے لیے ایک گنا اجر ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر مجتہد مخطی بھی ہوسکتا ہے اور مصیب بھی، اور بہر صورت مخطی ہو تو بھی اجر ملتا ہے گناہ نہیں ہوتا مصیب ہو تو بھی اجر ملتا ہے، مخطی کی صورت میں ایک گنا اور مصیب کی صورت میں دگنا ثواب پاتا ہے، لیجیے اگر کسی صحابی سے خطاء مانی جائے تو اس کا یہ معنی ہر گز نہیں کہ اس صحابی نے گناہ کیا، بلکہ خطاء کر کے بھی ثواب ہی کمایا، تو خطاء کہنے سے کونسی خرابی لازم آتی ہے؟ بلکہ قرآن وسنت کی متعدد تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی بھی اجتہاد میں خطاء کرسکتا ہے، ہاں اللہ تعالی ان کو خطاء پر باقی نہیں رہنے دیتے، تو صحابی سے اجتہاد میں خطاء کیوں نہیں ہوسکتی؟ بدر کے قیدیوں کے لیے نبی کریم ﷺ کی رائے اور آپ کی موافقت کرنے والے کئی صحابہ کی رائے فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دینا تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے قتل کر دینے کی تھی، تو اگر چہ فدیہ لے لیا گیا مگر اللہ تعالی کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی: **ما كان لنبي ان يكون لهٗ اسرىٰ حتى يسخن في الارض تريدون عرض الدنيا والله يريد الآخرة والله عزيز حكيم ،لولا كتاب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب اليم.**

جنگ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو حضور ﷺ نے پہاڑ کی ایک گھاٹی پر بٹھایا اور حکم دیا کہ جب تک یہاں سے اترنے کا حکم نہ ہو نہ اترنا، ابتداء میں فتح کی صورت ہوئی اور کافر بھاگ گئے، تو اُن صحابہ رضی اللہ عنہم میں اترنے سے متعلق اختلاف ہوا، اکثر اتر گئے کہ اب جنگ ختم ہوگئی، لیکن دس یا کچھ اوپر گھاٹی پر ٹھہرے رہے، آخر حضرت خالد بن ولید نے دوبارہ حملہ کر دیا جس سے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شہید ہوئے اور کئی دوسرے صحابہ بھی، اور خود نبی کریم ﷺ زخمی ہوگئے، کیا یہ اترنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خطاء اجتہادی نہیں تھی؟ تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کسی خاص فرد کے اجتہاد میں خطاء نہ ماننا یہ اہل السنّت والجماعت کا مذہب نہیں ہے، یہ قاضی جی کا 'کشمیری' عقیدہ ہے جو امت کو دینا چاہتے ہیں، ویسے مجھے لگتا ہے کہ قاضی صاحب شاید یہ سننا پسند نہیں کرتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صحیح سوچ پر قائم کہا جائے، جس سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ شاید قاضی صاحب خارجیت سے متأثر ہیں، اب اکابرین کی تصریحات بھی ملاحظہ کرلیں، تاکہ ردو قدح کی کوئی گنجائش نہ رہے:

حضرت علیؓ حق پر اور حضرت معاویہؓ اور ام المؤمنینؓ وغیرہ خطاء اجتہادی پر تھے:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أخرج البزار من طريق زيد بن وهب قال بينا نحن حول حذيفة إذ قال: كيف أنتم وقد خرج أهل بيت نبيكم فرقتين يضرب بعضكم وجوه بعض بالسيف؟ قلنا: يا أبا عبد الله! فكيف نصنع إذا أدركنا ذلك؟ قال: انظروا إلى الفرقة التى تدعوا إلى أمر على بن أبى طالب فإنها على الهدىٰ. [فتح الباری:۴۳۸/۱۴، ورجالہٗ ثقات مجمع الزوائد:۴۷۷/۷]

امام بزار نے مسند میں میں زید بن وہب کی سند سے روایت کیا کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آس پاس تھے کہ (پیشین گوئی بیان کرتے ہوئے جو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے سن رکھی ہوگی) فرمایا تمہارا کیسا حال ہوگا جب تمہارے نبی کے گھرانے والے نکلیں گے اور تم دو جماعتیں بن جاؤ گے ایک دوسرے کے چہروں پر تلوار مارو گے؟ ہم نے عرض کیا: اے ابوعبداللہ! جب ایسا ہو تو ہم کیا کریں؟ فرمایا: اس جماعت کو دیکھنا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت کی طرف بلائے گی وہ صحیح راہ پر ہوگی۔

اس حدیث سے جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہے معلوم ہوا کہ جنگ جمل میں حضرت سیدنا علی کرّم اللہ وجہہٗ اور ان کی جماعت زیادہ صحیح رائے پر تھے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

إنه سيكون بينك وبين عائشة أمر، قال: أنا يارسول الله؟ قال: نعم! قال: أنا أشقاهم يارسول الله؟ قال: لا! ولكن إذا كان ذلك فارددها إلى مأمنها. [مجمع الزوائد: ۱۲۰۲۴، رواه أحمد والبزار والطبرانى ورجاله ثقات] تیرے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان معاملہ ہوگا، عرض کیا: یارسول اللہ! میرا؟ فرمایا: ہاں! عرض کیا: پھر میں صحابہ میں سے انتہائی محروم شخص ہوں گا؟ فرمایا: نہیں! لیکن جب ایسا ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی امن کی جگہ پہنچانا۔

اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غلطی نہیں ہوگی، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو (صحیح رائے سے) محروم نہ ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل ہے:

مر على بن أبى طالب فقال الحق مع ذا، الحق مع ذا. [ابو یعلی: ۴۵۱/۱، رقم: ۱۰۴۷، ورجاله ثقات، مجمع الزوائد: ۴۷۵/۷] حضرت علی رضی اللہ عنہ گذرے تو آپ ﷺ نے فرمایا: حق اِن کے ساتھ ہوگا، حق اِن کے ساتھ ہوگا۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمرق مارقة عند فرقة من السلمين تقتلها أولى الطائفتين بالحق. [الخصائص الکبریٰ: ۲۵۰/۲] مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک نکلنے والی جماعت نکلے گی، اس کو مسلمانوں کی

دو جماعتوں میں سے وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے قریب ہوگی۔

اس حدیث میں مسلمانوں کے اختلاف سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوسرے حضرات کا اختلاف کرنا ہے، اور باہر نکلنے والی جماعت سے مراد خوارج ہیں جو اِسی اختلاف کے نتیجہ میں نکلے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اِن دو میں سے جو جماعت خوارج کو قتل کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی، اور خوارج کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت نے قتل کیا۔ معلوم ہوا کہ جنگ جمل و صفین میں یہ حضرات زیادہ صحیح رائے پر تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے کہ فرمایا:

اقتدوا بالذين من بعدى أبى بكر وعمر رضى الله عنهما واهتدوا بهدى عمار. [**مجمع الزوائد:۹/۴۸۴، مسند أبى حنيفة**] میرے بعد ہونے والے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی راہ پر چلو۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اس لیے یہ جماعت زیادہ درست راہ پر تھی کیوں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اِن کے ساتھ تھے، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی راہ اختیار کرنے کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا تو اس جماعت والوں کو آپ ﷺ کے حکم کی اتباع حاصل ہوئی۔

اس حدیث کی تشریح میں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واستدل به على حقّية خلافة علىّ وكون معاوية باغيًا لقوله عليه الصلوة واالسلام ويحك يا عمار يقتلك الفئة الباغية. [**شرح مسند أبى حنيفة رحمه الله** ۲۴۵/] یعنی اس حدیث سے بھی دلیل لی گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (صورۃً) باغی تھے، حدیث فئہ باغیہ بھی اس کی مؤید ہے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے لیکن تلوار نہ چلاتے تھے، جب عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو عملاً لڑنا شروع کر دیا (کہ اس حدیث کی وجہ سے ظاہر ہوا کہ عمار کو شہید کرنے والا گروہ غلطی پر ہے۔) [فتح الباری:۱۴/۴۲۶]

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے موقع پر خطبہ دیا اور حمد و صلوۃ کے بعد اپنے خطبہ میں فرمایا:

قاتلوا الفئة الباغية الذين نازعوا الأمر أهله. [**الاستيعاب:۲/۱۲۹**] اس جماعت باغیہ سے لڑو جنھوں نے خلافت کے اہل سے خلافت میں نزاع کیا۔

یہاں یہ یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے تو سند کے ساتھ کئی

روایات منقول ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اوراُن کے لشکر کو باغی جماعت فرمایا، لیکن حضرت معاویہ اوراُن کے ساتھ والے کسی صحابی سے سند کے ساتھ منقول نہیں کہ انہوں نے حضرت علی اوراُن کے لشکر کو باغی فرمایا ہو۔

حضرت جری بن سمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب اہل بصرہ کا اختلاف تھا میں مدینہ طیبہ آیا حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا سلام عرض کیا۔۔۔۔۔اور بتایا کہ حضرت علی وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے درمیان لڑائی ہوئی، میں نے تو آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے،تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

فالحق بہٖ فواللہ ماضل ولاضل بہٖ حتی قالتھا ثلاثًا. [رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر جری بن سمرۃ وھو ثقۃ ،مجمع الزوائد :۹/۱۸۴]حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل جا،اللہ کی قسم نہ وہ غلط ہوئے ،نہ اس کے ساتھ ہونے سے (ساتھ ہونے والوں کو) غلطی لگی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اورآپ کے پاس حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تشریف رکھتے ہیں، میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا، میں بیٹھا ہی تھا کہ حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما لائے گئے، پھرایک کمرے میں داخل کیے گئے اور دروازہ بند کر دیا گیا،تھوڑی ہی دیر میں جلدی حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمارہے تھے: رب کعبہ کی قسم !اللہ تعالی نے میرے حق میں فیصلہ دیا، پھران کے بعد تھوڑی ہی دیر میں جلدی سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمارہے تھے: رب کعبہ کی قسم! مجھے بخش دیا گیا۔

[کتاب المنامات لابن ابی الدنیا رقم:۱۲۴]

خواب گو حجت قطعی نہیں مگر مردود بھی نہیں ہیں،قرآن وسنت کے مطابق ہوں تو قبول ہیں ،اس خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ میرے حق میں فیصلہ دیا گیا دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق وصواب پر تھے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ میری بخشش ہوگئی دلیل ہے کہ ان سے خطاء ہوئی اوراللہ کی طرف سے اِس خطاء کو معاف کردیا گیا کیوں کہ اجتہادی غلطی ہے۔

حضور ﷺ کے صحابی ہیں حضرت حابس بن سعد طائی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ملک شام کے کسی علاقے کا والی بنایا تھا، اپنی ولایت کے دوران خواب دیکھا کہ سورج اور چاند آپس میں لڑ پڑتے ہیں ہرایک کے ساتھ ستارے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب سن کرفرمایا پھر تو سورج چاند میں سے کس کے ساتھ تھا؟ عرض کیا چاند کے ساتھ ،فرمایا بس کبھی بھی میرا والی نہ بن کیوں کہ تو دھیمی روشنی والے کے ساتھ ہوگیا، چنانچہ حضرت حابس رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ ہوکر

لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔[الاستیعاب:۱۸۳/۱، ترجمہ حابس]

یہ خواب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعبیر بھی ظاہر کرتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء پر تھے، اور اِس صحابی کو اور دوسرے حضرات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینا چاہیے تھا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے فریق کو گمراہ کہنا، یا معاذ اللہ کافر قرار دے دینا بہت بڑی گمراہی ہے۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی انتہائی پرہیزگاری کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیوں میں ان کو شبہ تھا اس لیے ان کا ساتھ نہیں دیا تھا لیکن وفات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے خلاف نہ لڑنے پر افسوس کرتے تھے اور فرماتے: **ما آسى على شيء إلا أني لم أقاتل مع عليّ الفئة الباغية.** [**الاستيعاب: ۱۶۸/۲**] مجھے بس اسی چیز کا افسوس ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے کر باغی جماعت سے لڑائی نہیں کی۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا بھی یہی حال تھا کہ وہ بھی اس پر بہت افسوس کرتے تھے کہ (گو نہ تلوار چلائی، نہ کسی کو نیزہ مارا، مگر) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر (صورۃً) لڑائی میں شامل ہوگیا (کیوں؟) اس پر توبہ استغفار کرتے تھے۔[الاستیعاب:۱۷۰/۲]

حضرت مسروق تابعی رحمہ اللہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا تھا (اور کنارہ کش رہے تھے مگر) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر افسوس کرتے تھے، اور اس پر توبہ کرکے اس جہان سے گئے ہیں۔[الاستیعاب:۴۱/۱]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت ہونے پر لڑنا چھوڑ دیا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سمجھایا تھا کہ اس حدیث کے مطابق ہماری جماعت باغی بنتی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (چونکہ مجتہد تھے اور اپنے اجتہاد میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اِس لیے انہوں) نے ان کو الزامی جواب دے کر چپ کرا دیا تھا۔[تاریخ الخمیس:۲۷۷/۲ ذکر خلافت علی رضی اللہ عنہ]

(جاری ہے۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

وفیات

فخر اہل سنت حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمہ اللہ کے دیرینہ ساتھی ماسٹر عبدالرحمٰن رحمہ اللہ

ماہنامہ حق چار یار کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا حافظ محمد مسعود مدظلہ کی ہمشیرہ محترمہ رحمہا اللہ

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔[ادارہ]